مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

www.imamahmadraza.net
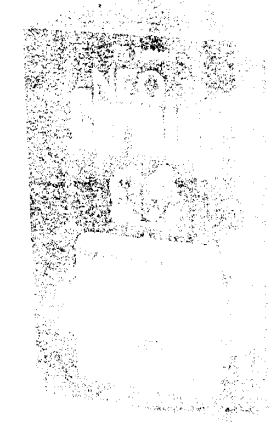
مسلسل اشاعت کا چھبیسواں سال

ماہنامہ

معارفِ رضا

کراچی

شمارہ نمبر 1 جلد نمبر 26 ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ/ جنوری ۲۰۰۶ء

ہدیہ فی شمارہ:	=/25 روپے
سالانہ:	عام ڈاک سے: -/200
	رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350
رکنیت برائے ماہانہ لٹریچر:	-/100 روپے ماہانہ
بیرون ممالک:	-/15 ڈالر سالانہ
لائف ٹائم ممبر شپ:	-/400 ڈالر

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔

زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام ''ماہنامہ معارف رضا'' ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔

ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار/مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ ⊙ ادارہ

25۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، کراچی 74400۔ پوسٹ بکس نمبر 489

فون: 0091-21-2725150 فیکس: 0091-21-2732369

ای۔میل: marifraza_karachi@yahoo.com

ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا)

فہرست عنوانات

''مقالہ نگار حضرات اپنی نگارشات ہر انگریزی ماہ کی ۱۰ تاریخ تک ہمیں بھیج دیا کریں، مقالہ تحقیقی، مع حوالہ جات ہو، ۵ صفحات سے زیادہ کا نہ ہو، کسی دوسرے جریدہ یا ماہنامہ میں شائع شدہ نہ ہو۔ اس کی اشاعت کا فیصلہ ادارے کی مجلسِ تحقیق وتصنیف کرے گی۔'' (ادارتی بورڈ)

کلام الامام امام الکلام

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
دربدر یونہی خوار پھرتے ہیں

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

جان ہیں جان کیا نظر آئے
کیوں عدو گرد غار پھرتے ہیں

پھول کیا دیکھوں، میری آنکھوں میں
دشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں

لاکھوں قدسی ہیں کارِ خدمت میں
لاکھوں گردِ مزار پھرتے ہیں

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ
تجھ سے کتّے ہزار پھرتے ہیں

گلشنِ عشقِ نبی ﷺ کا عندلیبِ خوشنوا

کلام: محمد حسین مشاہد رضوی*

کس نے روح و قلب میں کنزِ ایماں[1] بھر دیا
روحِ قرآں سے کیا کس نے جہاں کو آشنا

کس نے اعدائے شہِ کونین سے روکا ہمیں
کس نے عشقِ مصطفیٰ ﷺ کو عام دنیا میں کیا

کس نے علم و فضل کے روشن کئے صدہا چراغ
ورثۂ پیغمبری کا حق ادا کس نے کیا

کس نے روح و قلب میں طرزِ الفت بار سے
مصطفیٰ ﷺ پیارے کے ارشادات کو پہنچا دیا

کس نے لاینحل مسائل جبر[2] کے یوں حل کئے
کر اُٹھے عش عش مہارت دیکھ کر کے سر ضیا[3]

کون تھا جس نے مٹایا بدعتوں کو دہر سے
کون تھا جس نے ہمیں پابندِ سنّت کر دیا

کون تھا جامع علوم و ماہرِ جملہ فنون
دینیات و سائنس اور فلسفہ و ہیئت کا

کون تھا جس نے دکھایا راہِ اصلاح و فلاح[4]
کون کارِ خیر کا یہ درس ہم کو دے گیا

ہیں فصیحانِ عرب یہ کس کے شیدائے سخن
کون ساری دنیا میں اب مرجعِ تحقیق[5] ہوا

اے مشاہد کر رہا ہے کس کا یوں ذکرِ جمیل
کون ہے فکر و نظر کا آج مرکز حبّذا!

وہ مفکر، وہ محدث، وہ مفسر باصفا
وہ محقق، وہ مصنف، وہ سراپا اتّقا

وہ مدبر، وہ معلم، وہ ہمارا رہنما
گلشنِ عشقِ نبی ﷺ کا عندلیبِ خوش نوا

وہ امامِ عشق و الفت، وہ فنا فی المصطفیٰ ﷺ
وہ مجدّد دین کا، وہ سیدی احمد رضا

رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ

[1] اشارہ: ترجمہ قرآن کنزالایمان [2] اشارہ: الجبرا [3] اشارہ: ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد، سابق وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، یوپی، انڈیا

[4] اشارہ: تصنیف اعلیٰ حضرت ''تدبیر اصلاح و فلاح و نجات'' [5] اشارہ: دنیا کی ۳۵ سے زیادہ جامعات میں امام احمد رضا کی حیات اور کارناموں پر ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کے مقالات

*نیا اسلام پورہ، مالیگاؤں، ضلع ناسک

مدیرِ اعلیٰ

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

کے قلم سے

اپنی بات

مشرقی پاکستان کے شہیدوں، غازیوں کو سلام

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۶؍دسمبر پاکستان کی تاریخ کا ایک المناک وسیاہ ترین دن ہے جب آج سے ۳۴؍سال قبل ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کا سقوط عمل میں آیا۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ ہم نے نہ تو اس المیہ سے سبق حاصل کیا اور نہ ہم نے اپنے ان جیالے غازیوں اور شہیدوں کو یاد رکھا جنہوں نے اپنے خونِ جگر سے جواں مردی، جرأت اور بہادری کی وہ تاریخ رقم کی ہے جس کی مثال تاریخ اسلامی کے دورِ ''**وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ**'' یا پھر بعد کے دوسرے اور تیسرے دور میں ملتی ہے جب مسلمان مجاہدوں نے اپنی کشتیاں جلا کر ہسپانیہ اور یورپ کے میدانوں اور کوہساروں میں اپنی شجاعت اور جانثاری کے جوہر دکھائے۔

راقم کا تعلق مشرقی پاکستان سے بڑا گہرا رہا ہے۔ والدِ ماجد مولانا سید وزارت رسول قادری علیہ الرحمۃ ایسٹ انڈیا ریلوے میں ملازم تھے۔ جب انہوں نے پاکستان کے لئے ترجیح (Option) دی تو ان کا تبادلہ مشرقی بنگال ریلوے میں ہوگیا۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۳ء تک راقم مشرقی پاکستان میں مقیم رہا۔ ۱۹۶۳ء میں راقم نے راجشاہی یونیورسٹی سے اکنامکس میں ایم۔اے کیا۔ ۱۹۶۴ء کے شروع میں کراچی آگیا۔ تقریباً ۱۶؍سال وہاں گزارے۔ اپنے بنگالی بھائیوں کی زبان، طور طریقے، مزاج، معیشت و معاشرت کے انداز اور ان کے مذہبی، سیاسی اور اقتصادی افکار کا بہت قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ سردست مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے سیاسی اور معاشی اسباب وعلل پر گفتگو نہیں کر رہا اس لئے کہ وہ اس وقت موضوع نہیں لیکن اپنے مطالعہ اور تجربہ کی بنیاد پر اتنا ضرور عرض کرے گا کہ فطرتاً مشرقی پاکستان کے مسلمان بھائی بالعموم نہایت سادہ اور وطن سے محبت کرنے والے لوگ تھے۔ وہ فرنگیوں کے ستائے اور ہندو بنیوں کے ڈسے ہوئے تھے۔ اگر دیکھا جائے تو مسلم بنگال کی سیاسی آزادی کی تحریک، تحریکِ پاکستان سے کہیں قدیم ہے۔ انہوں نے تحریکِ پاکستان میں قائدِ اعظم اور مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا۔ قیامِ پاکستان سے انہیں امید تھی کہ ان کے بھلے دن آئیں گے اور وہ سیاسی اور اقتصادی اعتبار سے خود مختار و خود کفیل ہوجائیں گے لیکن ہمارے مغربی پاکستان کے اربابِ حل و عقد (سیاستدان اور فوجی دونوں) نے اپنے غیر جمہوری اور آمرانہ اختیارات کے جا و بے جا استعمال سے نہ صرف یہ کہ انہیں بنیادی حقوق سے محروم رکھا بلکہ بار بار بننے اور ٹوٹنے والے آئین میں ان کے لئے جو کچھ بھی صوبائی اور سیاسی و معاشی اختیارات وحقوق تھے اس کو بھی نظریہ ضرورت کے تحت وقتاً فوقتاً سلب کر کے انہیں اس قدر مایوس کر دیا کہ وہ سیاسی بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔ حالآنکہ یہ وہ لوگ تھے جو اکثریت میں ہونے کے باوجود مغربی پاکستان کو برابری (PARITY) کا حق دینے پر تیار تھے۔ اس کا نتیجہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں چھ نکاتی پروگرام کی صورت میں سامنے آیا۔ یہ تاریخِ پاکستان کا وہ اہم موڑ تھا کہ اگر اس وقت پاکستان کے اربابِ حکومت ذرا بھی سیاسی سوجھ بوجھ سے کام لیتے اور منتخب پارلیمنٹ اور منتخب وزیرِ اعظم کو تسلیم کر کے انہیں حکومت کا موقع دیتے تو سقوطِ مشرقی پاکستان کا المیہ ہرگز رونما نہ ہوتا۔ اس میں

اس وقت کے ایوانِ حکومت اور فوجی قیادت میں شامل قادیانیوں اور ان کے گماشتوں کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔ راقم کو مشرقی پاکستان سے کراچی آنے کے بعد ۲۰۰۳ء اور ۲۰۰۴ء میں دو بار بنگلہ دیش جانے کا اتفاق ہوا (جس کی تفصیل معارفِ رضا میں بعنوان ''اپنے دیس...... بنگلہ دیس میں'' قسط وار شائع ہو رہی ہے)۔ راقم نے محسوس کیا کہ وہاں ملاقات کرنے والے بنگالی بھائیوں کی اکثریت اب بھی پاکستان کو یاد کرتی ہے اور ہمارے لئے نیک خواہشات رکھتی ہے۔ اس سفر کے دوران راقم نے وہاں کے بعض مقتدر بنگالی بھائیوں و نیز بہاری بھائیوں سے (جن میں بعض سابق فوجی اور رضا کار مجاہدین بھی تھے) اس موضوع پر گفتگو کی کہ ۱۹۷۱ء کے سانحہ کے وقت اور بعد میں بھی ہندوستانی اور مغربی اخبارات و میڈیا کے اس پروپیگنڈے میں کتنی صداقت ہے کہ پاکستانی افواج نے وہاں کے عوام پر نہایت ظلم کیا لیکن ہندوستانی افواج کے مقابلہ میں نہایت آسانی سے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس ضمن میں جو حقائق سامنے آئے وہ درج ذیل ہیں:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ جنگ پاکستان نے لڑی نہیں تھی بلکہ اس پر تھوپی گئی تھی، اسے مجبوراً اپنے دفاع کی جنگ لڑنی پڑی اور اس کی پلاننگ ہمارا دشمن، ہماری سیاسی کمزوریوں اور ناعاقبت اندیش حکمرانوں کے غیر دانشمندانہ فیصلوں اور ہماری قوم کی اندرونی کمزوریوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے برسوں پہلے، بلکہ قیامِ پاکستان کے وقت سے ہی کر رہا تھا۔ جنگیں ہمیشہ ایسے محاذ پر لڑی جاتی ہیں جہاں فوجی کمک اور فوجی ساز و سامان کی سپلائی بلا روک ٹوک جاری و ساری رہے۔ بری، بحری اور فضائی راستے محاذِ جنگ تک کھلے ہوئے ہوں تا کہ حالتِ جنگ میں ہر طرح کی مدد بلا روک ٹوک پہنچائی جاسکے لیکن مشرقی پاکستان میں جنگی نقطۂ نگاہ سے معاملہ بالکل برعکس تھا۔

یہ ملک کی واحد جنگ تھی جو تقریباً تین ہزار میل دور لڑی گئی جبکہ درمیان میں دشمن کا بہت بڑا ملک تھا۔ دشمن نے اعلانِ جنگ کے بغیر ہی تمام بری، بحری اور فضائی راستے بند کر دیئے تھے۔ واحد راستہ سری لنکا کے ذریعہ ہوائی جہاز کا تھا جو آٹھ گھنٹے کا طویل راستہ تھا اور اگر کولمبو میں ایندھن وغیرہ لینا پڑ جاتا تو یہ فاصلہ تقریباً ۱۲ گھنٹہ کا ہو جاتا۔ فوجی نقل و حرکت کے لئے بڑے بوئنگ جہازوں کے بیڑے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکستان کے پاس اس وقت ایک بھی نہیں تھا۔ اس پر بھی صرف فوجی جوانوں اور ہلکے ہتھیاروں کی نقل و حمل کے علاوہ کچھ اور نہیں لے جایا جاسکتا تھا۔ آج کل کی لڑائی نیوی، ایئر فورس، ٹینکوں، آرٹیلری اور میزائلوں کے بغیر نہیں لڑی جاسکتی۔ پاکستان کی جو دو، تین ڈویژن فوج وہاں تھی وہ ان سب ضروریات سے بہت حد تک محروم تھی۔ مزید یہ کہ پاکستانی فوج (جو مغربی پاکستان میں تربیت یافتہ تھی) وہ میدانی، پہاڑی اور صحرائی علاقوں میں جنگ کی تربیت یافتہ تھی۔ مشرقی پاکستان میں زمینی حقائق بالکل مختلف اور نئے تھے۔ وہ وسیع و عریض دریاؤں، ندیوں اور ڈیلٹوں کا ملک ہے۔ اس طرح پورا ملک دلدلی ہے۔ اس علاقہ میں جنگ کے لئے نہ صرف یہ کہ فوج تربیت یافتہ نہیں تھی بلکہ اس کے مطابق سامانِ حرب مثلاً گن بوٹ، اسپیڈ بوٹس، عام کشتیاں، اسٹیمر اور چھوٹے، بڑے بحری جہاز، یہ سب کچھ بھی ہماری فوج کے پاس نہ تھا۔ مزید یہ کہ فوجیوں کو تیراکی کی بھی تربیت نہ تھی۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پاکستان کی زیادہ تر فوج مارچ ۱۹۷۱ء کی بغاوت فرو کرنے کے لئے وہاں بھیجی گئی تھی۔ البتہ مشرقی پاکستان کے دفاع کے لئے پاکستان نے جو فوج تیار کی تھی وہ بنگالیوں کی تھی۔ چند ایک مغربی پاکستانی یونٹوں کو چھوڑ کر جو فوج تیار کی گئی تھی وہ تمام کی تمام وہیں کے باشندوں کی تھی۔ لڑاکا بنگالی فوجی یونٹوں کے علاوہ تربیت یافتہ اور مکمل طور پر مسلح نیم فوجی تنظیمیں اور مسلح پولیس دو لاکھ کے قریب تھی۔ اس کی تصدیق ۲ مئی ۱۹۷۱ء کے سنڈے ٹائمز سے بھی ہوتی۔ اس کی رپورٹ کے مطابق ۷۶۰۰۰ مکمل تربیت یافتہ مسلح لوگوں نے مشرقی پاکستان میں علمِ بغاوت بلند کیا تھا۔ ان کے علاوہ تقریباً بیس ہزار کے قریب تربیت یافتہ ریٹائرڈ فوجی بھی تھے جنہوں نے پاکستان کے خلاف باقاعدہ جنگ لڑی۔ مکتی باہنی کے نام سے سب سے پہلے جو فوجی تنظیم پاکستانی فوج

کے خلاف لڑی اس میں زیادہ تر ریٹائرڈ اور پاکستانی فوج سے بھگوڑے بنگالی فوجی ہی تھے اور اس کو منظم کرنے والا جنرل ایم۔اے۔جی عثمانی پاکستانی فوج کا ایک ریٹائرڈ کرنل تھا جو بعد میں آزاد بنگلہ دیش فوج کا پہلا چیف آف اسٹاف مقرر ہوا۔ یہی شخص بھارت بھاگ کر جانے والا پہلا آرمی آفیسر تھا جس نے بھارتی فوج کے ساتھ مل کر مکتی باہنی کی یونٹوں کو تین تین ماہ کی کمانڈوز تربیت دلوائی۔ بھارتی ویسٹرن کمانڈ کے چیف آرمی اسٹاف لیفٹنٹ جنرل جیکب کا جو بیان ان دنوں کے اخبارات میں شائع ہوا تھا اس کے مطابق بنگالی کمانڈوز کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ تھی اور یہ نہ صرف یہ کہ ہر طرح کے ہتھیار سے مسلح تھے بلکہ جنگِ عظیم دوم کے جاپانی گوریلوں کی طرح چاقو زنی میں بھی ماہر تھے۔ ہندوستانی فوجی قیادت نے ان کو بھرپور طریقہ سے اپنے مفاد میں استعمال کیا۔ مکتی باہنی کے علاوہ بھی متعدد گوریلا تنظیمیں معرضِ وجود میں آگئی تھیں۔ ان کے کمانڈروں میں ایک مشہور نام گوریلا ٹائیگر صدیقی کا ہے جو بعد میں ''جنرل صدیقی'' کے نام سے مشہور ہوا۔ ان گوریلوں نے پاکستانی فوج کی تمام نقل وحرکت پر نظر رکھتی اور خطرناک گوریلا کاروائیوں میں مشغول رہے۔ مارچ ۱۹۷۱ء سے ۱۶ر دسمبر ۱۹۷۱ء تک پاکستانی فوج اور بہاریوں پر خفیہ حملے کرتے رہے اور پاکستانی فوج کو شدید نقصان پہنچایا۔ پاکستانی فوج کی ایک بدقسمتی یہ بھی تھی کہ نہ تو وہ وہاں کے راستوں سے واقف تھے نہ ان کے پاس مقامی طور پر انٹیلی جنس نیٹ ورک قائم کرنے کے لئے افراد یا جگہیں دستیاب تھیں، نہ وہ بنگالی زبان سے واقف تھے اور نہ ہی مقامی ٹرانسپورٹروں کی حمایت انہیں حاصل تھی۔ ان حالات میں فوجیوں کا گوریلوں اور ہندوستانی فوج سے شدید جنگ لڑنا کس قدر جان جوکھم کا کام تھا۔ یہ تو وہی مجاہدین بتاسکتے ہیں جو اس آگ اور خون کے دریا سے گزرے ہیں۔ ان تمام باتوں کے علاوہ یہ حقیقت بھی اس وقت کے اخبارات کے صفحات پر ریکارڈ ہے کہ ہندوستانی فوج کے فیلڈ مارشل مانک شا نے تین مسلح کمانڈو بریگیڈ مکتی باہنی اور دیگر گوریلا اور باغی بنگالی فوجیوں کے ساتھ مارچ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں داخل کردیئے تھے جن کے سپرد پاکستانی فوج اور ان کے ہمدردوں خصوصاً بہاریوں اور بعض محبِ وطن بنگالیوں کو عقب سے زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانا تھا تاکہ پاکستانی فوج کسی جنگی ضرب کاری کے قابل ہی نہ رہے۔ ان حالات میں بنگالی نیشنلسٹوں نے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسے لٹریچر عام بنگالیوں میں تقسیم کیئے جس میں پاکستانی فوج کے ظلم کی نام نہاد داستانیں تھیں گرچہ اس میں بعض حقائق بھی تھے مثلاً مغربی پاکستان کے حکمرانوں نے ان کے جو سیاسی اور معاشی حقوق غصب کئے تھے انہیں بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا۔ مشرقی پاکستان کے اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں طلباء کو خاص طور سے بغاوت پر اکسایا گیا۔ اس سلسلے میں ہندو اساتذہ انٹلکچول اور مصنفین نے خاص کردار ادا کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنگالیوں کی عام آبادی فوج کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر پاکستانی فوجیوں، ان کے اہلِ خانہ اور خصوصاً بہاری آبادی پر جو ظلم وستم ہوا اس کے بیان کرنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ راقم کے بعض کالج یونیورسٹی کے ہم جماعت اور والدِ ماجد علیہ الرحمۃ کے دوست بھی اس حادثۂ جانکاہ میں لقمۂ اجل بنے تھے۔ دیناجپور، رنگپور، سنتاہار، ڈھاکہ، کھلنا، کشٹیا وغیرہ میں بہاریوں کا جو قتلِ عام ہوا، جس میں زیادہ تر بوڑھے، بچے اور عورتیں شامل تھیں، اس ظلم وستم نے چنگیز اور ہلاکو خاں کے ظلم کی داستانیں دہرادیں۔ مسجدوں میں پناہ لینے والوں کو بھی پناہ نہ دی گئی اور انہیں قتل کیا گیا حتیٰ کہ ایسے بھی متعدد واقعات ہوئے جس میں اُن محبِ وطن بنگالیوں کو بھی گولیوں کا نشانہ بنایا گیا جنہوں نے کسی فوجی یا بہاری کو اپنے گھر میں پناہ دی۔ اللہ کی پناہ! ان حالات میں تو کوئی سپر پاور بھی ہوتا تو وہ جنگ نہیں لڑسکتا تھا اور آج عراق میں جو کچھ ہورہا ہے، امریکہ جیسے سپر پاور کی جو درگت بن رہی ہے اور اس سے قبل ویتنام میں جو انہیں ہزیمت اٹھانی پڑی وہ سب کے سامنے ہے جبکہ امریکیوں کی جنگ اور ہماری جنگ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ وہ ایک بے مقصد جنگ لڑتے ہیں اور ہم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

خوشنودی کی خاطر جنگ لڑتے ہیں۔ مر گئے تو شہید ورنہ غازی۔ سیاسی معاملات وحالات کچھ بھی رہے ہوں، مشرقی پاکستان میں ہماری جنگ حق کی جنگ تھی، وطن کے دفاع کی جنگ تھی۔ غرض کہ مذکورہ حالات میں مشرقی پاکستان پر حکومتِ پاکستان کی عملی گرفت (WRIT) صرف اخبارات کے صفحات کی حد تک تھی۔

قارئین کرام! یہ وہ حالات تھے جن میں چھوٹی سی پاکستانی فوج سے یہ توقع کی جارہی تھی کہ وہ اندرونی بغاوت سے بھی نبرد آزما ہو اور پھر ہندوستان کی حملہ آور بارہ ڈویژن فوج سے جو ہر طرح کے وسائل اور جدید ترین اسلحوں سے لیس تھی، مقابلہ کر کے انہیں شکست بھی دے، جبکہ ادھر مغربی پاکستان میں ہمارے حکمران ایوانِ صدر میں شراب کے نشہ میں دھت ہوتے یا لاڑکانہ کے جنگلوں میں تیتر کا شکار کھیل رہے ہوتے۔ ان نہایت ہمت شکن اور نامساعد حالات کے باوجود ہماری فوج نے تمام محاذوں پر نہایت بہادری اور بے جگری سے دشمن کا مقابلہ کیا، مٹھی بھر یونٹوں نے کئی کئی ہندوستانی بریگیڈ کا چودہ دن تک سخت مقابلہ کیا اور انہیں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے سرحد پر روکے رکھا۔ اس طرح تاریخِ اسلام میں جرأت و بہادری کی نئی تاریخ رقم کی گئی۔ اس جنگ میں ۵۴ آفیسر، ۱۹۲ جونیئر کمیشنڈ آفیسر اور ۵۳۲۰ سپاہی شہید ہوئے جبکہ زخمی اس سے کہیں زیادہ تھے۔ فیلڈ مارشل مانک شانے جنگ کے اختتام پر اپنے ایک انٹرویو میں اس بات کا اعتراف کیا کہ ''ہم نے اپنے کمانڈوز بھیج کر پاکستانی فوج کو بہت نقصان پہنچایا۔ ان کے کردار کشی کر کے ان کے مورال تباہ کرنے کی کوشش کی۔ نو ماہ ان پر مسلسل بمباری کی۔ پاکستانی فوجیوں کے جسم زخموں سے چور چور تھے۔ دریاؤں اور نہروں میں مسلسل چل چل کر ان کے پاؤں پر ورم آگئے تھے اور جگہ جگہ سے گلنے لگے تھے۔ ان کے جسم میں جونکیں چمٹی ہوئی تھیں، ادھر ان کے ملک میں ہر بنگالی ان کے خون کا پیاسا تھا، لیکن آفریں ہے ان پاکستانی فوجیوں پر کہ ان سخت حالات کے باوجود نہ وہ جنگ کے میدان سے فرار ہوئے اور نہ ہی غاروں میں چھپے''۔ سچ وہ ہے کہ دشمن بھی اس کی گواہی دے۔ یہ ہے ایک دشمن فوج کے جنرل کا ہماری بہادر فوج کو خراجِ تحسین۔

اب پاکستانی فوج کی شجاعت و بہادری اور فداکاری کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) کیپٹن ملک نے چودہ دنوں تک بھارتی بریگیڈ کو پریشان کئے رکھا اور سرحدوں کے اندر نہ گھسنے دیا حتیٰ کہ جب سیز فائر معاہدہ کے تحت پاکستانی فوجیں ہتھیار ڈال رہی تھیں کیپٹن ملک نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار پاکستان کی مشرقی کمانڈ کو ریڈیو پر اسے ہتھیار ڈالنے کو کہا گیا۔ جب اس نے ہتھیار ڈالے تو بھارتی بریگیڈیئر گلیرا اور جنرل ہربخش سنگھ اس بہادر آفیسر کو دیکھنے کے لئے آئے اور فیلڈ مارشل مانک شانے اپنے دستخطوں سے اسے بہادری کا سرٹیفکیٹ دیا۔

(۲) ایک محاذ پر میجر اکرم شہید نے راکٹ لانچر سے دشمن کے ٹینک تباہ کر دیئے اور دشمن کو شدید نقصان پہنچایا۔ میجر اکرم شہید کی شہادت کے بعد اس کی بہادری کا اعتراف خود بھارتی کمان نے بھی کیا۔

(۳) ۴ ایف۔ ایف کی ایک کمپنی نے دشمن کے پورے بریگیڈ کو تین دن تک روکے رکھا تاوقتیکہ دشمن بھاری ٹینکوں کے ساتھ آیا۔ میجر صابر کمال اور اس کے سپاہی موقع پر شہید ہو گئے۔ ان کے ساتھ کے سپاہی فیض اور یعقوب کے جسموں کو روندتے ہوئے ہندوستانی ٹینک گزر گئے لیکن کوئی بھی میدانِ جنگ سے نہ بھاگا۔

(۴) کیپٹن اخوند شہید کا مقابلہ ایک محاذ پر ہندوستان کی ڈوگرہ بٹالین سے ہوا۔ کیپٹن اخوند نے اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ بے جگری سے دشمن کا مقابلہ کیا، جب تک زندہ رہے دشمن پاکستانی سرحد میں داخل نہ ہو سکا۔ آخر کار شہید ہو گئے تو دشمن کی بٹالین کا لیڈر میجر ٹھاکر اس بہادر شہید کیپٹن کی لاش پر سلامی کو آیا اور اپنی رپورٹ میں اس بہادر افسر کی جرأت وشجاعت کی دل کھول کر تعریف کی۔

۵۔ ایک اور محاذ پر فرنٹیئر کور کے میجر انیس نے اپنی بہادری، جرأت اور نامساعد حالات میں اپنی بہترین حکمتِ عملی کے وہ جوہر دکھائے کہ

دشمن کے دانت کھٹے ہوگئے۔ ساز وسامان اور اپنی افرادی برتری کے باوجود وہ پاکستانی سرحد کو عبور نہ کر پایا۔ میجر انیس کی شہادت کے بعد جب اس علاقہ پر قبضہ کیا تو بھارتی ڈویژن کمانڈر میجر جنرل دلبیر سنگھ خود اس بہادر میجر کو دیکھنے آیا جس نے ہندوستان کی ایک ڈویژن فوج کا راستہ روکے رکھا تھا اور پوری عزت واحترام اور فوجی اعزاز کے ساتھ انہیں دفن کیا۔ یہ ایک بہادر دشمن کا اعتراف تھا۔

(۶) اسی طرح مشرقی پاکستان کی اس وقت کی سول آرمڈ فورسز کے ایک مجاہد نے جنہیں راقم ''حسین'' کے نام سے یاد کرے گا، راقم کو بتایا کہ وہ شمال مغرب میں مشرقی پاکستان کے ایک محاذ پر تھے۔ چودہ دن تک ہندوستانی فوج کو سرحد کے اندر گھسنے نہ دیا۔ جب مشرقی کمان نے ریڈیو پر ان کی کمپنی کے کمانڈر کو ہتھیار رکھنے کا حکم دیا گیا پھر ہندوستانی فوج داخل ہو سکی۔ اس وقت ''حسین'' صاحب کی عمر ۱۶ برس تھی۔ اس حادثہ سے دل برداشتہ ہو کر وہ ہندوستان چلے گئے۔ ادھر مکتی باہنی اور ہندوستانی گوریلوں نے گھس کر ان کے خاندان کے تقریباً ۵۰ افراد کو شہید کر ڈالا جن میں ان کے سگے چچا اور چچازاد بھائی بھی شامل تھے حالانکہ وہ سب کے سب بنگالی تھے۔ جب چند برسوں کے بعد حالات سدھرے تو وہ دوبارہ اپنے شہر واپس آئے۔

تلاش وتحقیق کی جائے تو اس طرح کی بہادری کی ہزاروں داستانیں ملیں گی جن پر ہماری قوم تا صبحِ قیامت فخر کر سکتی ہے۔ زندہ قوموں کی یہی روایت ہے۔ یادش بخیر! کوسوو کی جنگ کے بعد ایک بار سابق امریکی صدر کلنٹن سربیا کے دورے پر گئے۔ انہوں نے اپنی ایک تقریر میں سربیا اور کوسوو کی سرحد پر ایک شہر کا ذکر کیا جہاں کے مسلمان سلطانِ اول ترکی کی اس شہر کی فتح کا جشن مناتے ہیں جبکہ سربیا کے عیسائی اپنی شکست کا دن اس لئے مناتے ہیں کہ ان کی فوجوں نے سلطانِ اسلام کی فوجوں کا بہت بہادری سے مقابلہ کیا، وہ ان کی یادگار پر پھول چڑھاتے ہیں۔ راقم نے جب یہ رپورٹ اخبار میں پڑھی تو سانحۂ مشرقی پاکستان یاد آیا۔ سربیا کے عیسائی اس شکست کو آٹھ سو سال گزر جانے کے بعد بھی نہیں بھولے اور اپنے مجاہدین اور جنگ میں جان دینے والوں کو نذرانۂ عقیدت پیش کر رہے ہیں اور ان کی یادگار پر پھول چڑھا رہے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں، ہمارے مجاہد فوجیوں اور شہیدوں نے وطن کے دفاع میں مشرقی پاکستان کے محاذ پر جرأت و بہادری وجاں نثاری کی وہ مثال پیش کی ہے جس کی نظیر دیگر قوموں کی تاریخ میں نہیں ملے گی۔ ہمارے مجاہدین اللہ عزوجل اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے حکم، بلکہ ان کے نام پر، سر کٹاتے ہیں: ع

سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

اور قرآن ان کو زندگیِ جاوداں کا مژدہ سناتا ہے۔ ہم مسلمان ہو کر اپنے شہیدوں اور مجاہدین کی قربانیوں کو بھلا بیٹھے ہیں۔

موسیٰ بن نُصیر اور طارق بن زیاد عالمِ اسلام کے عظیم فاتح گزرے ہیں۔ انہوں نے اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک (م ۹۶ھ) کے دور میں اندلس کو فتح کیا۔ مغرب (طرابلس اور الجزائر وغیرہ) کے لوگ آج تک ان کو بطور ہیرو یاد کرتے ہیں حالانکہ اندلس پر مسلمانوں کی حکومت ختم ہوئے پانچ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ یہ ہماری کتنی بدنصیبی اور بے حسی ہے کہ ہم پہلی مئی کو امریکہ یا روس میں مرنے والے مزدوروں کا دن تو مناتے ہیں لیکن افسوس صد افسوس! کہ اپنے پیارے فرزندوں اور پیارے وطن پاکستان کے جاں نثاروں، بہادر فوجیوں اور شہید مجاہدوں کی یاد نہیں مناتے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے عزیز وطن پر اس طرح جانیں قربان کیں کہ ان کے بے گور وکفن اجساد کو نہ تو جنازہ نصیب ہوا اور نہ ہی دفن کو گز بھر زمین۔ کسی خوش نصیب کو ہی قبر کا ٹھکانہ ملا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ان سب شہداء کے اجساد یہاں لائے جاتے اور بصد احترام فوجی اعزازات کے ساتھ ان کے جنازے پڑھے جاتے اور تدفین ہوتی لیکن ہم یہ سب کچھ ان کے ساتھ نہ کر سکے۔ کیا ہم نے ان شہیدوں کے خون کے ساتھ دغابازی نہیں؟ کیا زندہ قوموں کا یہی شعار ہے؟

ہمیں چاہئے کہ ۱۶ر دسمبر کو شہدائے مشرقی پاکستان کے یوم کے

طور پر منائیں۔ ان کی جرأت و بہادری کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے محفلیں سجائیں، حکومت کو چاہئے کہ ان شہیدوں کے حالات و واقعات اسکول و کالج کی درسی کتب میں شامل کرکے بطورِ نصاب پڑھانے کا انتظام کرے تاکہ نونہالانِ وطن اور آنے والی نسلیں اپنے محسنین کو نہ صرف یاد رکھ سکیں بلکہ ان کی زندگی سے روشنی بھی حاصل کریں۔ وہ اپنے ملک میں تھے۔ وہ پاکستان کے فرزند تھے۔ کسی تفریح پر وہاں نہیں گئے تھے۔ وطن کی سلامتی اور اس کی حفاظت کی خاطر انہوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ انہوں نے وطن کی مٹی کا حق ادا کیا۔ وہ تو مقامِ بلند پر فائز ہوگئے۔ وہ ہماری ستائش کے محتاج نہیں لیکن بحیثیت قوم اپنی بقاؑ وترقی کی خاطر ہمیں ان کے ذکر اور ان کی یاد منانے کی ضرورت ہے۔ سیاسی اور بین الاقوامی مصلحتیں کچھ بھی ہوں، یہ مجاہد اور شہداء ہمارے محسن اور ہیرو ہیں۔ ان کا ہم پر، ہماری آنے والی نسلوں پر یہ حق ہے کہ ان کو ان کا جائز مقام دیں، ان کی یاد شاندار طریقہ اور پوری عزت و وقار اور احترام کے ساتھ ہر سال منائیں۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو تاریخ ہمیں معاف نہ کرے گی اور سب سے بڑھ کر (معاذ اللہ) اگر بروزِ حشر اللہ جل جلالہ اور اس کے رسولِ مکرم و محتشم ﷺ ہم سے ناراض ہوگئے کہ تم نے اللہ کی راہ میں لڑنے اور جان دینے والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا تو ہم کیا جواب دیں گے؟

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں اپنے محسنین کی قدر کرنے، انہیں عزت واحترام کا مقام دینے کی توفیق بخشے۔ یا اللہ رب العزت! تُو ان تمام مجاہدین کو جو مشرقی پاکستان کے محاذ پر دشمن سے لڑے، جنہوں نے جامِ شہادت نوش کیا، جو زخمی ہوئے اور جنہوں نے طویل قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، مغفرت فرما، انہیں اعلیٰ علّیین میں جگہ عطا فرما اور انہیں وہ صلہ عطا فرما جس کا تو نے دین کی راہ میں لڑنے والوں اور جان دینے والوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ ع

صلۂ شہید کیا ہے تب و تابِ جاودانہ!

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

قارئین کرام توجہ فرمائیں!

ان شاءاللہ معارفِ رضا کا آئندہ شمارہ سالنامہ ہوگا جو نارچ ۲۰۰۶ء میں امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۶ء کے موقع پر شائع ہوگا۔ ساتھ ہی عربی اور انگریزی کا الگ شمارہ بھی شائع ہوگا۔ اس لئے فروری، مارچ اور اپریل کا معارفِ رضا شائع نہیں ہوگا۔ اگلا ماہنامہ مئی ۲۰۰۶ء کا ہوگا۔ جو حضرات معارف رضا کا سالنامہ (اردو/عربی/ انگریزی) حاصل کرنا چاہتے ہیں اور معارفِ رضا کے رکن نہیں ہیں وہ -/150 روپے فی سالنامہ کے حساب سے رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں۔ جو رکن ہیں ان کو اردو سالنامہ معارفِ رضا اعزازی طور پر روانہ کیا جائے گا۔ عربی اور انگریزی معارفِ رضا ان کو 50 فیصد رعایت پر ملے گا۔ چونکہ عربی اور انگریزی معارفِ رضا زیادہ تر باہر کے ملکوں میں جاتا ہے اس لئے اس کی تعداد کم ہوتی ہے۔ جو حضرات عربی اور انگریزی معارفِ رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ مندرجہ ذیل ریٹ سے رقم ادارہ کے نام منی آرڈر کردیں۔

عربی معارف برائے رکن حضرات۔ (۵۰ فیصد رعایت) -/75 روپے تقریباً
عربی معارف برائے غیر رکن حضرات۔ -/150 روپے تقریباً
انگریزی معارف برائے رکن حضرات۔ (۵۰ فیصد رعایت) -/75 روپے تقریباً
انگریزی معارف برائے غیر رکن حضرات۔ -/150 روپے تقریباً

اس کے علاوہ ہماری درج ذیل مطبوعات بھی امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۶ء کے موقع پر ان شاءاللہ شائع ہوں گی۔

۱۔ حسام الحرمین کے سو سال ۲۔ امام احمد رضا بحیثیتِ شاعرِ نعت
۳۔ امام احمد رضا کی عربی زبان وادب کی خدمات
۴۔ امام احمد رضا اور علمائے مکۃ المکرّمہ

نوٹ: بیک وقت ۵۰ یا اس سے زیادہ کتب/ معارفِ رضا کا آرڈر کرنے والے حضرات کے لئے بھی ۵۰ فیصد کی رعایت ہوگی۔ پیشگی رقم بھیجنے کی آخری تاریخ ۲۵ فروری ۲۰۰۶ء ہے۔ رقم منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کی صورت میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے نام درج ذیل پتہ پر بھیجی جائے:

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، ۲۵۔ جاپان مینشن، دوسری منزل، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی۔ فون نمبر 021-2725150۔
اکاؤنٹ نمبر: 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ، صدر، کراچی

(پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ مدیر)

تفسیرِ رضوی سورۃ البقرۃ

معارف قرآن
من افاضاتِ امام احمد رضا

مرتبہ: علامہ محمد حنیف خاں رضوی*

گزشتہ سے پیوستہ

(۱۳) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ☆ (البقرۃ ۲: ۳۱)

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدثِ بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

حافظ الحدیث سیدی احمد سلجماسی قدس سرہٗ اپنے شیخ کریم حضرت سیدی عبدالعزیز ابن مسعود باغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتاب مستطاب ابریز میں روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت کریمہ کے متعلق فرمایا:

المراد بالاسماء الاسماء العالية لا الاسماء النازلة فان كل مخلوق اسم عال و نازل فالاسم النازل هو الذى يشعر بالمسمى فى الجملة والاسم العالى هو الذى يشعر باصل المسمى من اى شىء هو بفائدة المسمى ولاى شىء يصلح الفاس من سائر مايستعمل فيه وكيفية الحدا دله فيعلم من مجرد سماع لفظه هذه العلوم والمعارف المتعلقة بالفاس وهكذا كل مخلوق والمراد بقوله تعالىٰ الاسماء كلها الاسماء التى يطيقها اٰدم و يحتاج اليها سائر البشر اولهم بها تعلق وهى كل مخلوق وتحت العرش الى ماتحت الارض فيدخل فى ذلك الجنة والنار والسموات السبع ومافيهن ومابينهن وما بين السماء والارض ومافى الارض من البرار والقفار والاودية والبحار والاشجار فكل مخلوق فى ذلك ناطق او جامد الا اٰدم يعرف من اسمه تلك الامور الثلثة اصله وفائدته وكيفية ترتيبه ووضع شكله فيعلم من اسم الجنة من اين خلقت ولاى شىء خلقت وترتيب مراتبها وجميع مافيها من الحور وعدد من يسكنها بعد البعث ويعلم من لفظ النار مثل ذلك ويعلم من لفظ السماء مثل ذلك ولاى شىء كانت الاولىٰ فى محلها والثانية وهكذا فى كل سماء ويعلم من لفظ الملئكة من اى شىء خلقوا ولاى شىء خلقوا وكيفية خلقهم وترتيب مراتبهم وباى شىء استحق هذا الملك هذا فى كل ملك فى العرش الى ماتحت الارض فهذه علوم آدم واولاد آدم من الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام والاولياء الكمل رضى الله تعالىٰ عنهم اجمعين وانما خص آدم بالذكر لانه اول من علم هذه العلوم ومن عليها من اولاده فانما علمها بعده وليس المراد انه لايعلمها الاآدم وانما خصصنا ها بما يحتاج اليه وذريته وبما يطيقونه لئلا يلزم من عدم التخصيص الاحاطة بمعلومات الله تعالىٰ وفرق بين علم النبى ﷺ بهذه العلوم وبين علم ادم وغيره من الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام فانهم اذا توجهوا اليها يحصل لهم شبه منام من مشاهدة الحق سبحانه وتعالىٰ واذا توجهوا نحو مشاهدة الحق سبحانه وتعالىٰ حصل لهم شبه النوم عن هذه العلوم ونبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لقوته لايشغله هذا عن هذا هو اذا توجه نحو الحق سبحانه وتعالىٰ حصلت له المشاهدة التامة وحصل له مع ذلك مشاهدة هذه العلوم وغيرها مما لايطاق واذا توجه نحو هذه العلوم حصلت له مع حصول هذه المشاهدة فى

* محقق رضویات و پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

الحق سبحٰنه وتعالیٰ فلا تحجبه مشاهدة الحق عن مشاهدة الخلق ولا مشاهدة الخلق عن مشاهدة الحق سبحنه وتعالیٰ۔

اس کلام نورانی واعلام ربانی ایمان افروز کفران سوز کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز کے دو نام ہیں، علوی و سفلی۔ سفلی نام تو صرف مسمیٰ سے ایک گونہ آگاہی دیتا ہے اور علوی نام سنتے ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مسمیٰ کی حقیقت و ماہیت کیا ہے اور کیونکر پیدا ہوا اور کاہے سے بنا اور کس لئے بنا۔ آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے یہ علوی نام تعلیم فرمائے گئے جس سے انہوں نے حسبِ طاقت وحاجت بشری تمام اشیاء جان لیں اور یہ زیرِ عرش سے زیرِ فرش تک کی تمام چیزیں ہیں جس میں جنت و دوزخ و ہفت آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور جنگل اور صحرا اور نالے اور دریا اور درخت وغیرہ جو کچھ زمین میں ہے غرض یہ تمام مخلوقات ناطق وغیر ناطق۔ ان کے صرف نام سننے سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہو گیا کہ عرش سے فرش تک ہر شے کی حقیقت یہ ہے اور فائدہ یہ ہے اور اس ترتیب سے اس شکل پر ہے۔ جنت کا نام سنتے ہی انہوں نے جان لیا کہ کہاں سے بنی اور کس لئے بنی اور اس کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور جس قدر اس میں حوریں ہیں اور قیامت کے بعد اتنے لوگ اس میں جائیں گے، اسی طرح نار، یونہی آسمان۔ اور یہ کہ پہلا آسمان وہاں کیوں ہوا اور دوسرا دوسری جگہ کیوں ہوا۔ اسی طرح ملائکہ کا لفظ سننے سے انہوں نے جان لیا کہ کاہے سے بنے اور کیوں کر بنے اور ان کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور کس لئے یہ فرشتہ اس مقام کا مستحق ہوا اور دوسرا دوسرے کا۔ اسی طرح عرش سے زیر زمین تک ہر فرشتہ کا حال اور یہ تمام علوم صرف آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو نہیں بلکہ ہر نبی اور ہر ولی کامل کو عطا ہوئے ہیں (علیہم الصلوٰۃ والسلام)۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامِ خاص اس لئے لیا کہ ان کو یہ علوم پہلے ملے۔ پھر فرمایا: ہم نے بقدر طاقت وحاجت کی قید لگا کر صرف عرش تا فرش کی تمام اشیاء کا احاطہ اسی لئے رکھا کہ جملہ معلومات الٰہیہ کا احاطہ لازم نہ آئے۔ اور ان علوم میں ہمارے نبی ﷺ و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں یہ فرق ہے: اور حضرات جب ان علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کو مشاہدۂ حضرت عزت جلالہ سے ایک گونہ غفلت سی ہو جاتی اور جب مشاہدۂ حق کی طرف توجہ فرمائیں تو ان علوم کی طرف سے ایک نیندسی آجاتی ہے، مگر ہمارے نبی ﷺ کو ان کی کمالِ قوت کے سبب ایک علم دوسرے علم سے مشغول نہیں کرتا۔ وہ عین مشاہدۂ حق کے وقت ان تمام علوم اور ان سوالوں اور ان علموں کو جانتے ہیں جن کی طاقت کسی میں نہیں اور ان علوم کی طرف عین توجہ میں مشاہدۂ حق فرماتے ہیں اور ان کو نہ مشاہدۂ خلق سے پردہ ہو نہ مشاہدۂ خلق مشاہدۂ حق سے، پاکی و بلندی اسے جس نے ان کو یہ علوم اور قوتیں بخشیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کیوں وہابیو! ہے کچھ دم؟ ہاں ہاں تقویۃ الایمان و براہینِ قاطعہ کی شرک دانی لے کر دوڑیو، مشرک مشرک کی تسبیح بھانجیو، کل قیامت کو کھل جائے گا کہ مشرک، مرتد، خاسر کون تھا۔ **سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ۔ (القمر۔ ۲۶)**

(بہت جلد کل جان جائیں گے کون تھا بڑا جھوٹا اِترا ؤنا۔ کنز الایمان)

اشرفی بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ اشرقولی کہ زبان سے بک بک کرے۔

۲۔ اشرفعلی کہ زبان چپ اور خباثت سے باز نہ آئے۔

وہابیہ اشرقولی واشرفعلی دونوں ہیں: **قاتلهم الله انی یؤفکون۔**

حضرت سیدی شاہ عبدالعزیز دباغ قدسنا اللہ بسرہ العزیز اجلۂ اکابر اولیاء عظام واعاظم سادات کرام سے ہیں، بدلگام وہابیہ سے کچھ تعجب نہیں کہ ان کی شانِ کریم میں حسب عادت لئیم گستاخی و زبان درازی کریں۔ لہٰذا مناسب کہ اس پاک مبارک لاڈلے بیٹے کی تائید میں اس کے مہربان باپ، مسلمانوں کے مولیٰ، اللہ واحد قہار کے غالب شیر سیدنا امیر المؤمنین مولیٰ علی مشکل کشا (کا ارشاد پیش کیا جائے کہ) اس اسد ذوالجلال کی بوسونگھ کر بھاگیں اور شرک بکنے والے منہ میں قہر کے پتھر اور پتھروں سے آگیں۔

.........جاری ہے

مرتبہ: علامہ محمد حنیف خاں رضوی*

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدثِ بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

ان کا میلہ دیکھنے کے لئے جانا مطلقاً ناجائز ہے، اگر ان کا مذہبی میلہ ہے جس میں وہ اپنا کفر و شرک کریں گے، کفر کی آوازوں سے چلائیں گے جب تو ظاہر ہے اور یہ صورت سخت حرام منجملۂ کبائر ہے پھر بھی کفر نہیں، اگر کفری باتوں سے نافر ہے۔ ہاں معاذ اللہ! ان میں سے کسی بات کو پسند کرے یا ہلکا تو آپ ہی کافر ہے۔ اس صورت میں عورت نکاح سے نکل جائے گی اور یہ اسلام سے۔ ورنہ فاسق ہے اور فسق سے نکاح نہیں جاتا پھر بھی وعید شدید ہے اور کفریات کو تماشا بنانا ضلال بعید۔

اور اگر مذہبی میلہ نہیں، لہو ولعب کا ہے جب بھی ناممکن کہ منکرات و قبائح سے خالی ہو اور منکرات کا تماشا بنانا جائز نہیں۔ شعبدہ باز بھان متی بازیگر کے افعال حرام ہیں اور اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے کہ حرام کو تماشا بنانا حرام ہے، خصوصاً اگر کافروں کی کسی شیطانی خرافات کو اچھا جانا تو آفت اشد ہے اور اس وقت تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کا حکم کیا جائے گا۔

اور اگر تجارت کے لئے جائے تو اگر میلا ان کے کفر و شرک کا ہے جانا ناجائز و ممنوع ہے کہ اب وہ جگہ ان کا معبد ہے اور معبدِ کفار میں جانا گناہ اور اگر لہو ولعب کا ہے اور خود اس سے بچے، نہ اس میں شریک ہو، نہ اسے دیکھے، نہ وہ چیزیں بیچے جو ان کے لہو ولعب ممنوع کی ہوں تو جائز ہے پھر بھی مناسب نہیں، کہ ان کا مجمع ہر وقت محلِ لعنت ہے تو اس سے دوری ہی میں خیر و سلامت ہے۔ لہٰذا علماء نے فرمایا کہ: ان کے محلّہ میں ہو کر نکلے تو جلد لمکتا جائے۔

اور اگر خود شریک ہو یا تماشہ دیکھے یا ان کے لہو ولعب ممنوع کی چیزیں بیچے تو آپ ہی گناہ و ناجائز ہے۔

ہاں ایک صورت جوازِ مطلق کی ہے، وہ یہ کہ عالم انہیں ہدایت اور اسلام کی طرف دعوت کے لئے جائے جبکہ اس پر قادر ہو، یہ جانا حسن و محمود ہے اگرچہ ان کا مذہبی میلہ ہو۔ ایسا تشریف لے جانا خود حضور سید عالم ﷺ سے ثابت ہے۔ مشرکین کا موسمِ حج میں اعلان شرک ہوتا۔ لبیک میں کہتے: **لا شریك لك الا شریكا هو لك تملكه وما ملك**، جب وہ سفہاء **لاشریك لك** تک پہونچتے، رسول اللہ ﷺ فرماتے، **ویلکم قط قط** ۔ خرابی ہو تمہارے لئے بس بس۔ یعنی آگے استثناء نہ بڑھاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ۔ حصہ دوم۔ ۹/۱۰۰)

(۸) کافروں کے بت خانوں میں نہ جاؤ

۹۹۔ عن أسلم مولى أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال عمر: إِنَّا لَانَدْخُلُ الْكَنَائِسَ الَّتِي فِيهَا هٰذِهِ الصُّوَرُ۔

حضرت اسلم مولی امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا: ہم عیسائیوں کے کلیسا میں داخل نہیں ہوتے کہ ان میں تصویریں ہوتی ہیں۔ ۱۲م

(فتاویٰ رضویہ۔ حصہ اول۔ ۹/۱۴۶)

(۹) مشرک کا ہدیہ قبول نہ کرو

۱۰۰۔ عن کعب بن مالك رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: إِنِّي لَا أَقْبَلُ هَدِيَّةَ مُشْرِكٍ۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔

(فتاویٰ رضویہ۔ ۶/۴۶)

۱۰۱۔ عن عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللّٰہ

* محقق رضویات و پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

تعالیٰ عنه وكانت بينه وبين النبی ﷺ معرفة قبل أن يبعث، فلما بعث النبی ﷺ أهدى له هدية، قال: أحسبها إبلا، فأبى أن يقبلها وقال: إِنَّا لَانَقْبَلُ زَبَدَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (فتاویٰ رضویہ۔ ۹/۴۱۰)

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ان کے اور حضور سید عالم ﷺ کے درمیان بعثت سے پہلے تعارف تھا۔ جب حضور مبعوث ہوئے تو میں نے حضور کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔ کہتے ہیں: مجھے خیال ہے کہ اونٹ تھا۔ حضور نے لینے سے انکار فرمادیا اور کہا: میں مشرکین کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ ۱۲م

۱۰۲۔ عن كعب بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه ان عمربن مالك الذى كان يقال له: ملاعب الاسنة، قدم على النبی ﷺ بتبوك، فعرض عليه النبی ﷺ الاسلام فأبى وأهدى الى النبی ﷺ: فقال النبی ﷺ: إِنَّا لَانَقْبَلُ هَدِيَّةَ مُشْرِكٍ۔ (فتاویٰ رضویہ۔حصہ اول۔ ۹/۹۴)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن مالک جو ملاعب الاسنہ، نیزوں سے کھیلنے والا مشہور تھا، حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مقام تبوک میں آیا۔ حضور نے اس پر اسلام پیش کیا، اس نے انکار کردیا۔ اس نے حضور کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا چاہا لیکن حضور سید عالم ﷺ نے یہ کہہ کر رد فرمادیا کہ ہم مشرک کا ہدیہ نہیں لیتے۔ ۱۲م

۱۰۳۔ عن حكيم بن حزام قال: كان محمد ﷺ أحب رجل فى الناس الى فى الجاهلية، فلما تنبأ وخرج الى المدينة شهد حكيم بن حزام الموسم وهو كافر فوجد حلة لذى يزن تباع فاشتراها بخمسين دينارا ليهديها رسول الله ﷺ فقدم بها الى المدينة فأراده على قبضها هدية فأبى، قال عبيد الله: حسبت أنه قال: إِنَّا لَانَقْبَلُ شَيْئًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَلٰكِنْ إِنْ شِئْتَ أَخَذْنَا هَا بِالثَّمَنِ، فاعطيته حين أبى على الهدية۔

(فتاویٰ رضویہ۔ حصہ اول۔ ۹/۹۴)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ ایام جاہلیت میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ومحبوب تھے۔ جب حضور نے اعلانِ نبوت فرمایا اور مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو میں حالتِ کفر ہی میں موسمِ حج میں گیا۔ وہاں میں نے یمن کے بادشاہ ذویزن کا لباس فروخت ہوتے دیکھا۔ میں نے اس کو حضور کی خدمت میں ہدیہ کرنے کے لئے پچاس دینار میں خرید لیا۔ اس کو لے کر حضور کی خدمت میں مدینہ آیا تاکہ حضور اس کو بطورِ ہدیہ قبول فرمالیں لیکن حضور نے انکار فرمادیا۔ عبیداللہ راوی حدیث کہتے ہیں: مجھے خیال ہے کہ حکیم بن حزام نے کہا تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں مشرکین سے کچھ نہیں لیتا، ہاں تم چاہو تو بطور قیمت ہم لے سکتے ہیں لہٰذا میں نے آپ کو قیمتاً پیش کردیا۔ ۱۲م

حواشی

۹۹۔ الجامع الصحيح للبخارى، الصلوة، ۱/۶۲
۱۰۰۔ الجامع للترمذى، السير، ۱/۱۹۱
☆ كنز العمال للمتقى، ۱۴۴۸۵، ۵/۸۲۲
☆ دلائل النبوة للبيهقى، ۳/۳۴۳
☆ شرح السنة للبغوى، ۶/۱۰۸
☆ تاريخ دمشق لابن عساكر، ۲/۳۹۹
☆ المعجم الكبير للطبرانى، ۱۹/۷۰
☆ المصنف لعبد الرزاق، ۹۷۴۱، ۵/۳۸۲
☆ مجمع الزوائد للهيثمى، ۶/۱۲۷
۱۰۱۔ الجامع للترمذى، السير، ۱/۱۹۱
☆ السنن لابى داؤد، الامارة، ۲/۴۳۴
☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۵/۱۶۶
☆ المعجم الكبير للطبرانى، ۱۸/۳۶۴
☆ فتح البارى للعسقلانى، ۵/۲۳۱
☆ التمهيد لابن عبد البر، ۲/۱۲
☆ منحة المعبود للساعاتى، ۱۴۱۷
☆ المصنف لابن ابى شيبة، ۶/۵۲۰
۱۰۲۔ المعجم الكبير للطبرانى، ۱۹/۱۸
☆ المصنف لعبد الرزاق، ۵/۳۸۲
۱۰۳۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۳/۴۰۳
☆ المستدرك للحاكم، ۳/۲۰۲
☆ مصنف ابن ابى شيبة، ۱۲/۴۶۹
☆ مجمع البحرين، ۴/۱۵۱

جاری ہے ....

کن کن باتوں کی دعا نہ کرنی چاہیے

معارف القلوب (گزشتہ سے پیوستہ)

مصنف: رئیس المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ الرحمن
شارح: امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان
محشی: مولانا عبدالمصطفیٰ رضا عطاری*

وقد ثبت فی الصحیحین ان سبب نزول ھذہ الایۃ قولہ ﷺ لابی طالب لاستغفرن لک مالم انہ عنک (۲۹۹)

علامہ شہاب الدین قرانی مالکی تصریح کرتے ہیں کہ کفار کے لئے دعائے مغفرت کفر ہے کہ آیۂ کریمہ **اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ** (۳۰۰) میں معاذ اللہ کذبِ قولِ الٰہی چاہتا ہے۔ (۳۰۱)

قول رضا: یعنی اگر کفار کی مغفرت اور ان کا دوزخ سے نجات پانا شرعاً جائز مانتا ہے تو بیشک منکرِ نصوص قاطعہ ہے، ورنہ یہ کلمہ حرام و ناروا ہے (۳۰۲) کہ اس سے انکار لازم آتا ہے بلکہ عندالتفتیش اسے دو سخت آفتوں کا سامنا ہے۔ شرعاً محال مان کر، اب جو استدعا کرتا ہے آیا واقعی وقوع چاہتا ہے یا یونہی لفظِ بے معنی بک رہا ہے۔ اول میں حق سبحانہ تعالیٰ سے اس کی خبر کی تکذیب چاہنا (۳۰۳) اور دوم عبث و استہزاء ہے (۳۰۴) اور دونوں کا پہلو معاذ اللہ جانبِ کفر جھکتا ہے۔ بہرحال صورتِ سابقہ یقیناً کفر اور ثانی اشد حرام، سخت کبیرہ جس سے توبہ و تجدیدِ اسلام و نکاح لازم۔

فافھم فان المقام مزلۃ الاقدام وقد اطال الکلام ھھنا العلامۃ الحلبی فی الحلیۃ ولخصہ فی رد المحتار وزادوا الکل غیر محرّر ولولا غرابۃ المقام لنبأتک بمالھما وعلیھما وقد بیناہ فیما علقناہ علیھما ولعل الحق لایتجاوز عن الحکمین الذین اشرت الیھما واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ نمبر ۱۲: نظر بدلیل سابق (۳۰۵) یہ دعا کہ خدایا! سب مسلمانوں کے سب گناہ بخش دے جائز نہیں کہ جس طرح وہاں تکذیبِ آیات لازم آتی ہے، اس دعا سے ان احادیث کی تکذیب ہوتی ہے جن میں بعض مسلمانوں کا دوزخ میں جانا وارد ہوا اور ان کا آحاد ہونا اس جرأت کا مجوز نہیں (۳۰۶) اور قولہ عزوجل: **یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ** (۳۰۷) اور **فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا** (۳۰۸) **اَیَّ مِنَ الْکُفْرِ فَیَعُمُّ الْمُسْلِمِیْنَ** (۳۰۹) ان کے منافی اور اس دعا کے جواز کے لئے کافی نہیں (۳۱۰) کہ افعالِ سیاق (۳۱۱) ثبوت میں اجماعاً عموم پر دلالت نہیں کرتے اور برتقدیرِ تسلیم، اس جگہ خصوص مراد ہے تاکہ قواعدِ شرع سے خلاف لازم نہ آئے۔ ہاں **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ** (۳۱۲) بے نیتِ تعمیمِ حقیقی جائز ہے (۳۱۳)۔ **ھذا حاصل کلام قرانی ذکرہ فی شرح المنیۃ لابن امیر الحاج۔**

قول رضا: یہ دوسرا مسئلہ معرکۃ الآراء ہے۔ علامہ قرانی وغیرہ علماء تو عدم جواز کی طرف گئے اور علامہ کرمانی نے اس میں مُنازعت کی (۳۱۴) جسے شرح منیہ میں رد کر دیا۔ پھر محقق حلبی نے اس بناء پر کہ مسلمانوں کے لئے خلف وعید بمعنی عطا و مغفرت جائز (بلکہ قطعاً واقع ہے) اور اس دعا میں برادرانِ دینی پر شفقت سمجھی جاتی ہے اور جوازِ دعا جوازِ مغفرت پر مبنی ہے نہ کہ وقوع پر تو عدمِ وقوعِ مغفرت جمیع کی حدیثیں اس دعا کے خلاف نہیں، اس کے جواز کی طرح میل کیا۔ (۳۱۵)

علامہ زین نے البحر الرائق، پھر علامہ محقق علائی نے درمختار میں ان کی تبعیت کی (۳۱۶)۔

* استاذ جامعہ مدینۃ العلمیہ، گلستانِ جوہر، کراچی

حواشی

(۲۹۹) بخاری و مسلم میں مذکور ہے کہ مذکورہ آیت کے نزول کا سبب رسول اللہ ﷺ کا ابوطالب کے بارے میں یہ فرمانا ہے کہ میں تمہارے لئے اس وقت تک بخشش طلب کرتا رہوں گا جب تک مجھے میرے رب کی جانب سے منع نہ کیا جائے۔

(۳۰۰) اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے۔

سورۃ النساء، آیت: ۱۱۶، ترجمۂ کنزالایمان

(۳۰۱) یعنی معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کے فرمان کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اس نے تو فرمادیا کہ وہ مشرکین کو نہیں بخشے گا اور یہ چاہتا ہے کہ ان کی بخشش ہوجائے۔

(۳۰۲) یعنی اگر کفار و مشرکین کی بخشش و نجات کو شرعاً جائز سمجھتا ہے تو یہ آیاتِ قرآنیہ کے انکار و تکذیب کے سبب کھلا کفر ہے اور اگر شرعاً ان کی مغفرت و نجات کو جائز نہ سمجھتے ہوئے ان کے لئے بخشش کی دعا کرتا ہے تو یہ کفر نہیں البتہ شدید حرام و سخت کبیرہ گناہ ہے اور اس سے تجدیدِ ایمان و نکاح دونوں لازم ہیں۔

(۳۰۳) یعنی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتا ہے۔

(۳۰۴) یعنی فضول بکنا اور اللہ عزوجل کی آیتوں کے ساتھ ٹھٹھا و مذاق کرنا ہے۔

(۳۰۵) یعنی وہ دلیل جو مسئلہ ۱۱ کے تحت علامہ شہاب الدین علیہ الرحمۃ سے منقول ہوئی۔

(۳۰۶) یعنی جن احادیث میں بعض مسلمانوں کا دوزخ میں جانا وارد ہوا اگرچہ وہ احادیث خبرِ واحد (یہ حدیث کی ایک قسم ہے، اس کی تفصیل جاننے کے لئے فقیہ العصر ''شارحِ بخاری'' نائبِ مفتیِ اعظم، مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کی **نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری** کی جلد اول کا مقدمہ ملاحظہ فرمایئے) کے زمرے سے ہیں۔ اس کے باوجود اس بات کو کسی طور پر بھی جائز قرار نہیں دیا جاسکتا کہ سب مسلمانوں کے سب گناہوں کی ایسی بخشش طلب کر کے کہ کوئی گناہ نام کو بھی باقی نہ رہے، فرمانِ رسول ﷺ کی تکذیب کی جائے۔

(۳۰۷) زمین والوں کے لئے معافی مانگتے ہیں۔ سورۃ الشوریٰ، آیت ۵، ترجمہ کنزالایمان

(۳۰۸) تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی۔ سورۃ المؤمن، آیت ۷، ترجمۂ کنزالایمان

(۳۰۹) یعنی جنہوں نے کفر سے توبہ کی اور یہ آیت مسلمانوں کو بھی شامل ہے۔

(۳۱۰) یعنی قرآن پاک کی یہ مذکورہ آیات ان احادیث مبارکہ کے منافی نہیں کہ جن میں بعض مسلمانوں کا دوزخ میں جانا وارد ہوا اور نہ ہی یہ آیاتِ کریمہ سب مسلمانوں کے سب گناہوں کی ایسی بخشش کے لئے دعا کو جائز قرار دیتی ہے کہ اصلاً کوئی گناہ نام کو بھی باقی نہ رہے۔

(۳۱۱) یہاں افعال سے مراد وہ ہیں کہ جو فرشتوں سے صادر ہوئے یعنی تمام زمین والوں کے لئے بخشش کی دعا کرنا۔ تو اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ ان کے افعال کی طرح ہمیں بھی وہی فعل کرنا یعنی تمام مسلمانوں کے سب گناہوں کی ایسی مغفرت طلب کرنا کہ اصلاً کوئی گناہ نام کو بھی باقی نہ رہے، جائز نہیں کہ یہ انہی کا خاصہ ہے اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ہمارے حق میں بھی وہ افعال جائز ہیں تو پھر ہم یہ کہیں گے کہ اس جگہ خصوص مراد ہے یعنی زمین والوں سے مراد یہاں سب زمین والے نہیں بلکہ بعض مراد ہیں اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ سب زمین والے ہی مراد ہیں مگر ان سب کے تمام گناہوں کی ایسی بخشش مراد نہیں کہ اصلاً کوئی گناہ نام کو بھی باقی نہ رہے بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے فی الجملہ مغفرت طلب کی گئی ہے اور تمام مسلمانوں کے لئے فی الجملہ مغفرت اور بعض پر گناہوں کے سبب عذاب ہونے میں کوئی تضاد نہیں۔

(۳۱۲) اے اللہ عزوجل! میری اور تمام مسلمانوں کی بخشش فرما۔

(۳۱۳) تعمیمِ حقیقی، مثلاً یوں کہنا، الٰہی! سب مسلمانوں کے سب گناہوں کی ایسی بخشش فرما کہ اصلاً کوئی گناہ نام کو بھی باقی نہ رہے۔

(۳۱۴) یعنی علامہ کرمانی نے اس مسئلہ میں بحث کی اور اپنی طرف سے دلائل وغیرہ پیش کئے۔

(۳۱۵) یعنی علامہ حلبی نے مذکورہ طریقہ پر دعا کو جائز بتایا۔

(۳۱۶) یعنی پیروی کی اور اسی جواز کی طرف میل کیا۔

جاری ہے.........

ضو بار ہے مارہرۂ پُرنور کی مشعل یہ جلوہ گاہِ برکت وآلِ رسول ہے

خاتم الاکابر تاجدار مسند مارہرہ مطہرہ
سیدنا سید شاہ آلِ رسول قادری برکاتی رضی اللہ عنہ

اثر خامہ ضغیم اہلِ سنت مولانا علامہ محمد
حسن علی رضوی برکاتی بریلوی میلسی

ماہِ رواں ذوالحجہ ہمارے عظیم المرتبت امام ومجدد سیدنا سرکارِ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی فاضلِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر شیخ طریقت پیر ومرشد خسرواولالیاء خاتم الاکابر تاجدارِ مسندِ مارہرہ مطہرہ کا ماہِ وصال وماہِ عرس ہے۔ اکابر علماءِ بریلی، اکابرِ علماءِ بدایوں وفرنگی وغیرہم آپ کے بحرِ فیض دامنِ شریعت وطریقت سے وابستہ ہیں۔ بلاشبہ وبلا مبالغہ آستانہ عالیہ خانقاہِ برکاتیہ قادریہ مارہرہ مطہرہ کا علمی وروحانی فیضان عالمگیر ہے۔ یہ آستانہ مدتوں سے زیرِ ظلِ غوثِ کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور فیوض و برکات کا منبع ومصدر ہے۔ الحمدللہ ماشاءاللہ خانوادہ عالیہ برکاتیہ کا ہر فرد آج تک عالمِ دین باعمل شریعت وطریقت کا جامع اور عقیدہ ومسلک کے اعتبار خالص مخلص ہادی مہدی سُنّی صحیح العقیدہ ہے۔ آج اس خانقاہِ عالیہ قدسیہ کا فیض برصغیر پاک وہندو بنگلہ دیس وبرما سے بڑھ کر حرمین طیبین وممالکِ اسلامیہ بلادِ عربیہ بلکہ افریقی ویورپی ومغربی ممالک تک میں جاری وساری ہے۔

سیدنا شاہ آلِ رسول کے اکابر خانوادہ کی مارہرہ مطہرہ میں آمد

سیدنا شاہ میر عبدالواحد قادری بلگرامی کے عظیم المرتبت صاحبزادہ اور سادات زیدیہ بلگرام کے مقتدر شخصیت سیدنا شاہ عبدالجلیل قدس سرہٗ سن ۱۰۱۷ھ میں مارہرہ مطہرہ وارد ہوئے۔ یہ وہی بلگرام شریف ہے جس کے لئے سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

اللہ اللہ عزوشان احترام بلگرام
عبدالواحد کے تصدق جنت نشان ہے بلگرام

آپ کی ولادت ۹۷۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے صاحبزادے سیدنا شاہ اویس قادری ہوئے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے صاحب البرکات بانی سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ سلطان العاشقین سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ کی ولادت ۱۰۷۰ھ میں ہوئی۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہٗ کی ولادت ۱۱۱۱ھ میں ہوئی۔ آپ کے بڑے صاحبزادے کی ولادت ۱۱۳۱ھ میں ہوئی اوران کے بڑے صاحبزادے سیدنا شاہ آلِ احمد اچھے میاں قدس سرہٗ کی ولادت ۱۱۶۰ھ میں ہوئی۔ سیدنا شاہ حمزہ کے منجھلے صاحبزادہ سیدنا شاہ آل برکات ستھرے میاں کی ولادت ۱۱۶۳ھ میں ہوئی۔ زینتِ عنوان خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قبلہ قدس سرہٗ، منجھلے صاحبزادے سیدنا شاہ آل برکات ستھرے میاں کے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۰۹ھ میں ہوئی۔ آپ کے عہدِ حیات وایام سجادہ نشینی میں سلسلہ عالیہ برکاتیہ کو بہت عروج وفروغ ملا اور عالمگیر شہرت ہوئی۔ آپ نے اپنے جلیل القدر عم مکرم شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہٗ، مولانا مولوی شاہ عبدالمجید، مولانا مولوی شاہ سلامت اللہ قدست اسرارہم سے تعلیم کو تکمیل تک پہنچایا۔ حضور سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہٗ کو شرف بیعت اپنے عم مکرم سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہٗ سے اور اجازت وخلافت اپنے عم مکرم اور والد معظم سیدنا شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہٗ سے حاصل ہیں، سلسلہ رزاقیہ کی اجازت استاد محترم مولانا مولوی نور فرنگی محلی سے اور سلسلہ علویہ منامیہ کی اجازت اور احادیث کی اجازت استاد مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے حاصل ہیں۔ حضور سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہٗ کا عقد مبارک نثار فاطمہ سید واڑہ بلگرام سے ہوئی اور دو صاحبزادے جناب سید شاہ ظہور حسن وسید شاہ ظہور حسین اور تین

صاحبزادیاں ہوئی۔ سید شاہ ظہور حسن کی ولادت ۱۲۲۹ھ میں ہوئی۔ ان کی شادی اکرام فاطمہ بنتِ سید ولدار حیدر ابن سید منتخب حسین سے ہوا جن سے ایک جلیل القدر عظیم المرتبت صاحبزادہ سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ اور ایک صاحبزادی کلثوم فاطمہ ہوئی۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت قدس سرہٗ نے اپنے دونوں صاحبزادوں حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں اور مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہما کو سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ سے بیعت کرایا اور اجازت وخلافتیں دونوں شہزادگان امامِ اہلسنّت کو عطا ہوئیں۔ ان سب مشائخ کرام، اولیاء و پیرانِ عظام قدست اسرار کی سرکاروں میں سیدنا مجدد اعظم امام اہلِ سنت قدس سرہٗ کا روح پرور خراجِ عقیدت ملاحظہ ہو۔

خسرو اولیاء ہیں آل رسول ۔۔۔ شاہزادہ ہے احمد نوری
میرے آقا کا لاڈلا بیٹا ۔۔۔ نازوں پالا ہے احمد نوری
ابر برکات کی ٹپک میں دُھلا ۔۔۔ اُجلا اُجلا ہے احمد نوری
برکاتی چمن کا بوٹا ہے ۔۔۔ برکت زا ہے احمد نوری
باغِ آل محمدی سے نہال ۔۔۔ ستھرا پودا ہے احمد نوری
رہے حمزہ کا میکدہ جس کی ۔۔۔ مدھ کا ماتا ہے احمد نوری
آل احمد ہیں مصطفیٰ کے چاند ۔۔۔ ماہ پارہ ہے احمد نوری
شمس الدیں کی شعاعوں کا تیرے ۔۔۔ سر پہ سہرا ہے احمد نوری
(قدست اسرارھم)

سیدنا اعلیٰ حضرت کی بیعت وخلافت کا روح پرور واقعہ:

جمادی الاول ۱۲۹۴ھ کا واقعہ ہے کہ سرکارِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے روتے سو گئے۔ خواب میں سیدنا جد امجد امام العلماء مولانا شاہ رضا خاں علیہ الرحمہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک صندوقچی عطا فرمائی اور فرمایا عنقریب ایک شخص آنے والا آئے گا اور تمہارے دردِ دل کی دوا دے گا۔ دوسرے دن محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی قدس سرہٗ تشریف لائے اور آپ کو اپنے ہمراہ خانقاہِ عالیہ مارہرہ مطہرہ سیدنا شاہ آلِ رسول قدس سرہٗ کی بارگاہ میں لے گئے۔ سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہٗ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو دور سے آتے دیکھ کر فرمایا آیئے مولانا ہم تو کئی دن سے انتظار کر رہے ہیں، سلسلہ عالیہ میں داخل کیا اور اسی وقت سلسلہ عالیہ کی اجازت وخلافت سے مشرف اور سرفراز وسربلند کیا۔ اس پر وہاں موجود بعض علماء ومشائخ کو رشک ہوا اور عرض کیا کہ حضور اس بچے پر اتنی جلدی ایسا کرم کیوں ہوا؟ سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہ نے فرمایا: لوگو! تم احمد رضا کو کیا جانو! یہ چشم و چراغِ خاندانِ برکات ہیں، اوروں کو تیار کرنا پڑتا ہے، یہ بالکل تیار آئے تھے، صرف نسبت کی ضرورت تھی، کل بروزِ قیامت جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اے آلِ رسول تو دنیا سے کیا لایا؟ تو میں احمد رضا کو پیش کروں گا۔ سیدنا شاہ آل رسول قبلہ قدس سرہٗ کے خلفاء میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے علاوہ اعلیٰ حضرت کے والدِ ماجد رئیس الاتقیاء مولانا مفتی نقی علی خاں علیہ الرحمۃ اور تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ عبد القادر قادری بدایونی قدس سرہٗ جیسے اکابر امت شامل ہیں۔ بعض فتین عناصر اکابر علماءِ بریلی وبدایوں کا اختلاف ظاہر کر کے مغالطہ دیتے ہیں مگر اعلیٰ حضرت اپنے پیر بھائی مولانا شاہ علامہ عبد القادر قادری بدایونی علیہ الرحمۃ کی مدح ومنقبت میں فرماتے ہیں۔

نہ تو مجھ سے جدا نہ میں تجھ سے ۔۔۔ تو مرا، میں ترا محبِ رسول
حشر میں زیرِ ظلِ غوثِ کریم ۔۔۔ رہیں یک جا رضا محبِ رسول
رفض وتفضیل ونجدیت کا گلہ ۔۔۔ تیرے ہاتھوں کٹا محبِ رسول

بحمدہٖ تعالیٰ اکابرِ بریلی وبدایوں میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ ملاں مانچسٹروی قسم کے معاندین کا دروغ بے فروغ ہے۔

وصال:

سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہ کا وصال ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ میں ہوا۔ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت قدس سرہٗ ۱۶، ۱۷، ۱۸ ذی الحجہ کو ہر سال بریلی شریف میں عرس کرتے تھے اور خود بھی خطاب فرماتے تھے اور مارہرہ مطہرہ میں مرکزی عرس ہوتا ہے۔ حضور اعلیٰ حضرت نے اپنے

مرشدِ برحق کی مدح میں فارسی زبان میں ایک طویل ترین دقیق علمی منقبت ارقام فرمائی جس کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

خوشاد لے کہ دہندش ولائے آلِ رسول
خوشا سَرے کہ کنندش فدائے آلِ رسول

اور ایک دوسری جگہ عرض کرتے ہیں۔

شاہِ برکات اے ابو البرکات اے سلطانِ جود
بارک اللہ اے مبارک بادشاہ امداد کن
تاجدارِ حضرت ماہرہ یا آلِ رسول
اے خدا خواہ و جدا از ماعدا امداد کن

شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدنا حجۃ الاسلام قدس سرہٗ اپنے جدِ طریقت کی مدح میں عرض گزار ہیں۔

تاج والوں کا تاجِ عزت ہے — کہنہ نعلین پائے آلِ رسول
چاند نا چاند کا مدینے کے — لمعۂ حق نمائے آلِ رسول

الحمد للہ فقیر خانقاہِ عالیہ برکاتیہ کی زیارت و حاضری سے مشرف ہے۔ غوث بہاء الحق ذکریا ملتانی علیہ الرحمہ کی طرز کا گنبد مبارک ہے اور ایک سو سے زائد مشائخ برکاتیہ کے مزارات ہیں۔

اعتذار

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی، شمارہ نمبر ۸، جلد ۲۵، شوال المکرّم ۱۴۲۶ھ، نومبر ۲۰۰۵ء میں اغلاط کی فہرست پیشِ خدمت ہے۔ قارئینِ کرام تصحیح فرمالیں اور اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو نشاندہی کرکے ممنون فرمائیں۔ (ادارہ)

صفحہ	کالم	سطر	غلط	درست
۶	۱	۹	توجیہ	توجیھہ
۶	۱	۱۰	توجیہ	توجیھہ
۶	۱	۲۱	Epiccentre	Epicentre
۶	۱	۲۵	پیشنگوئی	پیش گوئی/پیشین گوئی
۶	۲	۲۱	اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ	اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْا
۶	۲	۲۶	پہاڑ پیدا ہے	پہاڑ پیدا فرمایا ہے
۷	۱	۱۷	برحمته رسوله	برحمة رسوله
			جلّ وعّلاف	جلّ وعلا
۷	۲	نیچے سے ۸	رَبِّکَ اَوْحَالَهَا	رَبَّکَ اَوْحٰی لَهَا
۸	۱	۱۳	وجاؤک	جاء وک
			فاستغفروالله	فاستغفروا الله
۸	۱	۱۴	لوجدوالله	لوجدوا الله
۸	۱	۲۳	شفاءکاعلہ	شفاءکاملہ
۸	۲	۲۱	تطمعن	تطمئن
۱۰	۲	۳	دوریہ پن سے	دورویہ پن سے
۱۰	۲	۱۶	وَاَنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا	اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا
۱۱	۱	۲۱	رَسُوْلَ الله	رَسُوْلُ الله
۱۱	۲	۲۰	لَاتَسْتَشِیْرُوْا	لَا تَسْتَشِیْرُوْا
۱۲	۲	۳	القرون الثلثلة	القرون الثلثة
۱۵	۱	۲۴	لن تنالوالبر	لن تنالواالبر
			حتی تنفقون مما	حتی تنفقوا مما
۱۷	۱	۱۱	defeated by Islam Western Science	درست: Western Science Defeated By Islam
۲۳	۱	۶	(جلدیہ ۳۰)	(۳۰ جلدیں)
۲۳	۲	۱۴	الی الاحکام الامارة	الی احکام الامارة
۲۵	۱	۲۸	یضّلُ به کثیرة	یُضِلُّ به کثیرا
۲۶	۱	۳	حضوعلیہ صلوۃ والسلام	حضورعلیہ الصلوۃ والسلام
۲۶	۲	۱	بلانکسیر اطلاق	بلانکیر اطلاق
۲۷	۲	۲۶	انشاءاللہ	ان شاءاللہ
۲۸	۱	۲	بنی مانتے	نبی مانتے
۲۸	۱	۲۳	اجتماع یقتصین	اجتماع نقیضین
۳۰	۱	۱	لاتتخذو بطانه	لاتتخذوا بطانة
۳۰	۱	۲	غیروں کو اپنا رازدار بناؤ	غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ

۳۰	۱	۴	جھک اٹھا	جھلک اٹھا
۳۰	۲	۱۶	حفیض تنزل	حفیضِ تنزل (پہاڑ سے گڑھے میں)
۳۰	۲	آخری	مشرقی نہاءِ عظیم	نباءِ عظیم
۳۲	۱	۴	بام ورد	بام ودَر
۳۳	۱	۱۲	انشاءاللہ	ان شاءاللہ
۳۳	۱	۲۷	الزوجة المتالية	الزوجة المثالية
۳۳	۲	۷	للذی بیکه مبارکا هدی للناس	درست: للذی ببکه مبارکا وهدی للعلمین
۳۳	۲	۱۱	بهذا اليلد	بهذا البلد
۳۳	۲	۲۵	''نبی دینی امور میں اپنی......''	درست: ''نبی دینی و دنیوی امور میں اپنی.....''
۳۴	۱	۵	ریت فی المنام انی اهاجر ین من	درست: رأیت فی المنام انی اهاجر من
۳۴	۱	۱۳	الکبیر	الکیر
۳۴	۱	۱۶	مستشرکین	مستشرقین
۳۴	۲	۷	الا تنصرروه فقد نصره الله اذا	درست: الا تنصروه فقد نصره الله اذ
۳۴	۲	۸	واثانی	ثانی
۳۴	۲	۹	فانزل الله مسکینة	فانزل الله سکینته
۳۴	۲	۱۰	ملمة الذین	کلمة الذین
۳۴	۲	۱۸	وه اذ یمکر	و اذ یمکر
۳۵	۱	۲۰	''تو بابِ امل بند ہو گیا اور امیدوں کی کلیاں مرجھا گئیں'' یہ جملہ محلِ نظر ہے۔ اسے یوں پڑھا جائے: ''تو رسول کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے''	
۳۷	۱	۹	تحریریوں	تحریروں

۳۹	۱	۱۷	**abondon**	**abandon**
۳۹	۲	۲۵	انشاءاللہ	ان شاءاللہ
۴۱	۱	۱۰، ۱۱	حضرت امام احمد علیہ الرحمۃ کا وجود مسعود ایسے ہی علماء ربانی میں ہوتا ہے۔	درست: حضرت امام احمد علیہ الرحمۃ کا وجود مسعود ایسے ہی علماء ربانیین میں شمار ہوتا ہے۔
۴۱	۱	۱۹	ونسٹن چل	ونسٹن چرچل
۴۱	۱	۲۲	منبع ومبتداء	منبع ومبداء
۴۱	۱	۲۵	حضور اقدس ﷺ کے کے عطا	حضور اقدس ﷺ کے عطا
۴۳	۲	۲۲	غلامی پر بجر بیعت	غلامی پر بجبر بیعت
۴۴	۱	آخری	انشاءاللہ	ان شاءاللہ
۴۵	۱	۱۸، ۲۲	انشاءاللہ	ان شاءاللہ
۴۶	۱	۲۳	انشاءاللہ	ان شاءاللہ
۴۶	۲	۸	بحمدللہ	بحمداللہ
۴۸	۱	۱۰	خفظ اللہ یوں بھی مرنجا مرنج	حفظ اللہ یوں بھی مرنجاں مرنج
۴۹	۱	۹، ۱۰	ماحی سنت	حامی سنت
۵۰	۱	۴	**Refrences**	**References**
۵۰	۱	۵	الدر المختار علی ردمختار	ردالمحتار علی الدر المختار
۵۰	۱	۱۶	الدر مختار شرح تنویر الابصار	الدر المختار شرح تنویر الابصار
۵۰	۲	۲	فخر اسلام شیخ	فخر الاسلام شیخ
۵۰	۲	۲۵	ردالختار	ردالمحتار
۵۱	۱	آخری	جدالمتاعلی رد	جدالممتار علی رد
۵۱	۲	۱۰	دل کشی و دل نشین	دل کش و دل نشین
۵۵	۱	۵	کفل الفقیح	کفل الفقیه
۵۵	۱	۵	''حیات محدث اعظم''	''حیات محدث اعظم''

مفتیِ اعظم مصطفیٰ رضا خاں۔ بحیثیت نقاد و شارح

تحریر: ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی*

نقد وشرح کا دائرہ شعر وادب سے لے کر علوم وفنون، مذہب اور شخصیات تک پھیلا ہوا ہے لیکن عام طور سے تقید وتشریح سے مراد ادبی تنقید وشرح لی جاتی ہے۔

مجددِ دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے فرزند اصغر مجدد ابنِ مجدد حضرت مفتیِ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان نے مذہبی تنقید وشرح کا بھی فریضہ انجام دیا ہے۔ انہوں نے جہاں بدمذاہب کا ردّ وتعاقب کیا ہے وہیں شعری وادبی نقد وشرح کا فریضہ بھی بحسن وخوبی انجام دیا ہے۔

زیرِ نظر مضمون میں حضرت مفتیِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ادبی ولسانی شرح وتنقید کا ایک جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ واضح رہے کہ کسی ادب پارہ کی تنقید کے لئے اس کی شرح ضروری ہے، تشریح کے بغیر تنقید کا فریضہ کماحقہٗ انجام نہیں دیا جاسکتا البتہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کسی شعر یا مذہبی وادبی اصطلاح کی صرف شرح ہی مقصود ہوتی ہے اس پر نقد ونظر کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مجددِ عصر، حضرت مفتیِ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں نور اللہ مرقدہ نے اشعار کی شرح بھی کی ہے، ان کی شرعی گرفت کا بھی فریضہ انجام دیا ہے اور اصطلاحات کی بھی توضیح وتشریح کی ہے۔

حضرت مفتیِ اعظم کی تنقید وشرح کے چند نمونے پیش ہیں:

ا۔ ۲۲ رجون ۱۹۷۸ء کو بعد نمازِ ظہر راقم عبد النعیم عزیزی، الحاج صوفی اقبال احمد (مرحوم) اور مولانا عبد الہادی افریقی، حضرت مفتیِ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے قصیدۂ غوثیہ (فارسی) کے مندرجہ ذیل شعر کی تشریح کی درخواست کی:

اے بامصار کرم دو قرن پیشیں دو حرم
تو بملک اولیاء چوں ایلیاء امداد کن

زیرِ نظر شعر میں شارحین دو حرم سے کعبہ معظمہ، بیت المقدس اور مدینہ منورہ میں سے کسی دو کو مراد لیتے تھے اور ایلیاء سے مراد حضرت خضر علیہ السلام یا انبیاء میں سے کسی کو اور کچھ حضرات ایلیاء سے مراد عراق کے ایک مقام ایلیاء کو لیتے تھے اور اس طرح شعر کی تشریح میں الجھ جاتے تھے۔ مفتیِ اعظم نے دو حرم سے مراد حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو لیا اور مطلب اس طرح بیان فرمایا کہ:

''تو اپنے کرم کے شہروں سے ان دو حرم یعنی حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو دو قرن پہلے گزرے ان سے ملک اولیاء کی مدد اس طرح فرما جس طرح ایلیاء علیہ السلام کی مدد اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔''

(ملخصاً مفتیِ اعظم از عبد النعیم عزیزی۔ ص:۵۱)

۲۔ اعلیٰ حضرت کے اس شعر:

یادِ حضور کی قسم، غفلتِ عیش ہے ستم
خوب ہیں قیدِ غم میں ہم، کوئی ہمیں چھڑائے کیوں؟

کی بابت حضرت صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال کیا تھا کہ ''بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس میں غیر ذات و صفات عزوجل کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے جو شرعاً مکروہ ہے۔ اس کا جواب حضور مفتیِ اعظم نے بہت ہی تفصیل سے دیا ہے۔ جواب کی ابتداء آپ اس طرح فرماتے ہیں:

''یہاں جواب یہ خیال میں آتا ہے کہ سارے حلف بغیر اللہ مکروہ وحرام نہیں اور حرام ومکروہ حرمت وکراہت من مشاویۃ

*ڈائریکٹر رضا اسلامک اکیڈمی، جسولی، بریلی شریف، انڈیا۔

الاقدام نہیں۔ بعض تو...... اس قدر اشد حرام ہیں جیسے طواغی و انداد کفار کے ساتھ حلف کہ ایک صورت میں کفر یقینی، ایک میں...... پھر وہ حلف جو طواغی و انداد...... کے ساتھ خاص ہو جیسے امانت کے ساتھ حلف کہ اہلِ کتاب کا حلف تھا پھر حلف بالآباء وغیرہ......''

(فتاویٰ مصطفویہ از مفتی اعظم۔ ص: ۵۲۰)

اس کے بعد حلف (قسم) کی بابت متعدد احادیث کی شروح لمعات، اشعۃ اللمعات، مرقات، امام نووی کی شرح مسلم وغیرھم کے حوالے سے نقل کرتے ہیں پھر اس طرح نتیجہ اخذ کرتے ہیں:

''تو ہر حلف بغیر اللہ پر حکمِ کراہت تحریم نہیں۔ یادِ حضور کی قسم میں بھی یا تو قسم مراد نہیں مجرد تقریر و تاکید مقصود ہے نہ قسم، یا قسم مقصود ہو تو، یا تو وہ غیر خدا کی قسم ہی نہیں یا غیر خدا کی قسم ہے مگر نا جائز نہیں۔ یادِ حضور، یادِ الٰہی ہی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے **جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك فقد ذكرني** تو ذکرِ الٰہی کی قسم غیر خدا کی قسم ہی نہیں۔ اگر کوئی کہے یوں تو حضور ﷺ بھی ذاتِ خدا سے جدا نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک مگر حضور ﷺ خدا بھی نہیں نہ اس کی صفت، لہٰذا ذاتِ حضور ﷺ کی قسم نہ چاہئے اور ذکرِ حضور ذکرِ خدا ہی ہے لہٰذا اس میں حرج نہیں!

ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یادِ حضور کی قسم میں یاد سے مراد وہ یاد جو ان کی ان کا رب عزوجل فرماتا ہے، یا یادِ حضور سے یہ مراد کہ وہ یادِ الٰہی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلبِ اقدس میں ہر آن جلوہ فرما ہے، وہ ذکرِ خداوندی جس میں حضور ہر آن اور جس سے حضور جانِ نور کا پُر نور رواں رواں ہے۔ یا یادِ حضور میں لفظ حضور مرادف شہود ہے ضد غیب، منافی غفلت یعنی شہود و شاہد و مشہود حقیقی عز جلالہ کے ذکر یاد کی قسم کہ غفلتِ عیش ستم ہے۔ یا یادِ حضور کا یہ مطلب کہ وہ یاد جو ولادتِ اقدس پھر جب سے لے کر وفاتِ اقدس تک بلکہ اس کے بعد بھی آج تک اور تا قیامِ قیامت دنیا و برزخ و حشر میں جوامتِ مرحومہ کی فرمائی، فرما رہے ہیں، فرماتے رہیں گے، اس یاد کی قسم اس حیثیت سے کہ وحی خدا ہے۔ فرمایا: **وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۝** (پارہ: ۲۷ سورۂ نجم: ۳) یعنی اس خاص وحیِ الٰہی کی قسم جسے یادِ حضور سے تعبیر کیا ہے۔

اور وہ جو حدیث میں فرمایا: **من حلف بغير الله فقد اشرك** اس سے مراد یہی ہے کہ جو مشرکوں کی طرح کہ جس اعتقاد سے وہ مشرکین بتوں کی قسمیں کھاتے تھے، غیر خدا کی قسم کھائے۔ شراحِ حدیث نے اس کا مطلب یہ فرمادیا کہ غیر خدا کی قسم باعتقادِ تعظیم آن غیر کھائے تو شرک ہوگا۔ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کا ترجمہ فرمایا: کسے کہ سوگند خورد بغیر خدا با اعتقادِ تعظیم آں غیر پس بہ تحقیق شریک گرداند آں غیر را بخدا در تعظیم۔ اگر یہ مطلب نہ ہو تو معاذ اللہ! کیا وہابی کی طرح کوئی احمق یہ کہے گا کہ خود حضور نے اسے شرک قرار دیا اور خود غیر خدا کے ساتھ حلف زبان مبارک سے ادا فرمایا؟ یہاں یا تو غیر ذات و صفات خدا کی قسم ہی نہیں یا یمین مراد نہیں مجرد تقریر و تاکید مراد ہے اور اس میں اصلاً محذور نہیں۔ حدیث میں مراد علی الاطلاق حکم شرک نہیں۔ اوپر مرقات کی عبارت سے معلوم ہو چکا کہ خود حضور نے **افلح و ابیه** فرمایا، غیر خدا کے ساتھ حلف کی نہی سے پہلے فرمایا ہے یا بعد کہ صدورِ شرک حضور ﷺ اور ہر نبی سے محال ہے اور وہابی تو گنگوہی کی طرح اسے صاف شرک کہہ دے گا جیسے گنگوہی نے تقدیس القدیر میں صاف کہہ دیا کہ صدور شرک آنجناب سے لامحالہ ممکن، حبطِ اعمال بدرجہ اولیٰ ممکن بلکہ اس کے صفحہ ۲۴ پر حضور سے معاذ اللہ شرک کا وقوع ثابت کیا کہ شرک کے افراد مباح تک ہیں (تا) خود فخرِ عالم آپ ہی تو شرک ثابت کرتے ہیں اور خود اس کے...... کہہ دے گا کہ خود حضور نے حلف بغیر اللہ کو شرک کہا اور خود افلح و ابیہ فرما کر (معاذ اللہ) شرک کیا............

ولاحول ولاقوة الا بالله العلي العظيم۔ والله تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ مصطفویہ از مفتی اعظم ہند۔ ص: ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳)

تبصرہ: حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ''یادِ حضور کی قسم'' کی بابت شروح احادیث وغیرھم سے اس قسم کو یا تو ''مجرد تقریر و تاکید'' قرار دیا ہے یا پھر ''غیر خدا کی قسم'' نہیں مانا ہے اور اگر ایسا ہے بھی تو ناجائز نہیں ہے اس لئے کہ لاریب ''یادِ حضور، یادِ الٰہی ہے۔'' پھر حدیثِ قدسی ''**جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك فقد ذكرني**'' سے ثابت کیا ہے ''ذکرِ الٰہی کی قسم غیر خدا کی قسم نہیں'' اور اس طرح اعلیٰ حضرت کے شعر کو شرعی گرفت سے مبرّا ثابت کیا ہے۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے لفظ ''یاد'' کی جس طرح توضیح و تشریح کی ہے وہ قابلِ دید بھی ہے اور قابلِ داد بھی اور یہ حضرت علیہ الرحمہ کی عظمت فقاہت کے ساتھ ساتھ زبان و ادب پر ان کی مہارت کی بھی دلیل ہے۔

وہابیہ اور رشید احمد گنگوہی کا حلف کے تعلق سے رد بھی فرمایا ہے۔

حضرت کی تشریح کا یہ انداز بہت خوب ہے۔ آپ کی تحریر میں ترتیب و سلیقہ مندی، وضاحت و استدلال بدرجۂ اتم موجود ہیں، ساتھ ہی ساتھ وقار و متانت بھی۔ اس شرح میں نقد و نظر کا بھی انداز جلوہ گر ہے۔

۳۔ خدا ''خود آ'' ہے:

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے سوال کیا گیا:

اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا درست ہے یا نہیں؟

آپ نے جواب اس طرح تحریر فرمایا:

''اللہ عزوجل پر ہی خدا کا اطلاق ہو سکتا ہے اور سلف سے لے کر خلف تک ہر قرن میں تمام مسلمانوں میں بلا نکیر اطلاق ہوتا رہا ہے اور وہ اصل میں ''خود آ'' ہے جس کے معنی ہیں وہ جو خود موجود ہو کسی اور کے موجود کئے موجود نہ ہوا ہو اور وہ نہیں مگر اللہ عزوجل ہمارا سچا خدا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

خدا ''خود آ'' ہے کہہ کر حضرت مفتی اعظم ہند نے ''سورۂ اخلاص'' کی تفسیر بیان فرما دی ہے۔

وضاحت اس طرح فرمائی ہے: ''وہ جو خود موجود ہو اور کسی کے موجود کئے موجود نہ ہوا ہو۔''

حضرت کے اس تشریحی انداز میں کس قدر جامعیت اور بلاغت ہے!

۴۔ مدیر زمیندار۔ ظفر علی خاں لاہوری کے مندرجہ ذیل اشعار:

یہ سچ ہے اس پہ خدا کا چلا نہیں قابو
مگر ہم اس بُتِ کافر کو رام کرلیں گے
بجائے کعبہ خدا آج کل ہے لندن میں
وہیں پہنچ کے ہم اس سے کلام کرلیں گے
جو مولوی نہ ملے گا تو مالوی ہی سہی
خدا خدا نہ سہی رام رام کرلیں گے

کی بابت حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے شرعی حکم دریافت کیا گیا تھا نیز شاعر کے بارے میں حکمِ شرع کیا ہے؟ یہ بھی معلوم کیا گیا تھا۔

آپ نے اس مسئلہ کی وضاحت اور شرعی حکم کی بابت ایک رسالہ بنام "**القسورة علی ادوار الحمر الکفرة**" (۱۳۴۳ھ) تحریر فرمایا جس کا عرفی نام "**سیف الجبار علی کفر زمیندار**" اور لقبی نام "**ظفر علی رمة من کفر**" ہے۔

فتویٰ کی ابتداء میں حضرت علیہ الرحمہ اس طرح فضا بندی فرماتے ہیں:

''اے عزیز! یہ کیا پوچھتا ہے کہ یہ اشعار درست ہیں یا خلاف شرع کہ دہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا بھی درست نہیں، مسجد میں جاتے پہلے بایاں قدم رکھنا بھی درست نہیں، مسجد سے آتے پہلے دہنا قدم نکالنا بھی درست نہیں، مسجد میں ایسے زور سے چلنا جس سے آواز پیدا ہو دھمک ہو، یہ بھی خلافِ شرع ہے۔ مسجد میں زور سے بولنا بھی خلافِ شرع ہے، مطلقاً ٹھٹے سے ہنسنا بھی خلافِ شرع ہے۔ ارے برادرِ دینی! یہ پوچھ کیسے اخبث و اشنع کفریات ہیں جن میں شائبہ بھی ایمان کا نہیں اور جو ان کے کفر ہونے اور ان کے قائل و قابل کے کافر ہونے میں شک کرے اس کا کیا حکم ہے؟ بلکہ درحقیقت بات تو پوچھنے کی یہ بھی نہیں کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ قطعاً

کفر ہیں، یقیناً کفر ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بے شک ان اشعار کا قائل و قابل کافر اور جو اس کے کفر و مستحقِ عذاب ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ بھی اسی کا ساتھی۔ شفاو درمختار وغیرھما معتمدات اسفار میں ہے: **مَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ وَعَنْ عَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ**
(درمختار مع ردالمحتار۔ باب ۳/ ۳۱۷، کوئٹہ)
(القسورۃ علی ادوار الحمر الکفرۃ۔ص:۵)

اس کے بعد حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ تینوں اشعار کی تشریح کرتے ہوئے ان میں کفر ثابت کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

''شعر اول کے دونوں مصرعے کفرِ خالص ہیں، پہلے میں صاف تصریح کی کہ اس بت پر خدا کا قابو نہ چلا۔ یہ اللہ عزوجل کی کھلی توہین اور اس کی قدرتِ عظیمہ کاملہ کریمہ: **لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ** (پ:۲۸۔ سورۂ طلاق، ع:۲، آیت:۱۲) تا کہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے (کنز الایمان) کا ردّ و انکار ہے کہ ایک شئے ایسی بھی ہے جس پر خدا کو قدرت نہیں اور اس پر اس کا قابو نہیں اور وہ اس سے عاجز رہا۔

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (سورۂ اسراء، آیت ۴۳) اللہ ان تمام باتوں سے منزہ اور پاک ہے جن کو ظالم بکتے ہیں۔

وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

یہ سرے سے الوہیت کا انکار ہوا کہ جو عاجز ہو خدا نہیں ہوسکتا تو مصرع خبیثہ لعینہ کے قائل نے الوہیت ہی کا حقیقتاً رد و ابطال کیا تو بیشک وہ اور جو اسے قبول کرے وہ ہر مسلمان کے نزدیک کافر ہوا۔ جو ایسے کو کافر نہ جانے یا اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر کہ پہلے نے کفر کو کفر نہ جانا۔ الوہیت ہی کا انکار اگر کفر نہ ہوا تو اور کیا کفر ہوگا؟ ایمان کو ایمان جیسا جاننا ضروری ہے، یونہی کفر کو کفر ماننا۔ جو کفر کو کفر نہ جانے گا وہ ایمان کو کیا جانے گا کہ **الاشیاء تعرف باضدادھا۔** چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں۔''
(ایضاً۔ ص:۶)

اب حضرت مفتیٔ اعظم ہند کی دلیل کا منطقی انداز ملاحظہ کیجئے:

''اندھا روشنی کی قدر کیا بتائے گا اور دوسرے نے شک کیا اور کفر کے کفر ہونے کی تصدیق ضروری ہے تو شک و ایمان جمع نہیں ہوسکتے کہ تصدیق ہی کا نام ایمان ہے اور وہ بحالت شک ناممکن اور دوسرے مصرع میں برملا اپنے کو خدا سے زائد قدرت والا بتایا تو اس کا مرتبہ گھٹایا اور اپنا مرتبہ اس سے بڑھایا۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ کتنا خبیث تر کفر ملعون ہوا۔ اس دوسرے مصرع میں اپنی الوہیت کا اثبات کیا۔ پہلے مصرع میں خدا کی الوہیت کا اسی لئے انکار کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ مطلب یہ ہوا کہ لوگ جسے خدا کہتے ہیں اور اس کی قدرت بہت عظیم مانتے ہیں اور اسے ہر شے پر قادر جانتے ہیں ہم سچ کہتے ہیں کہ ایک چیز ایسی ہے کہ اس سے وہ عاجز رہا، وہ اسے اپنے قدرت سے دباتا رہا مگر اس کا اس پر قابو نہ چلا، تو وہ خدا نہ ہوا کہ خدا عاجز نہیں ہوتا اور ہم اس چیز کو بھی رام کرلیں گے جس پر لوگوں کے خدا کا قابو نہ چل سکا اور جس سے وہ عاجز رہا، کسی طرح اسے رام نہ کرسکا تو ہم ہر شئی پر قادر ہوئے تو ہم خدا ہوئے نہ کہ وہ عاجز جسے لوگوں نے خدا بنالیا۔ والعیاذ باللہ سبحانہ۔ کیا کوئی مسلمان اس کے کفر و ملعون ہونے میں ادنیٰ شک لائے گا؟ بے شک ہر مسلمان کہے گا کہ لاریب یہ کفر ہے اور اس کا قائل و قابل کافر۔'' (ایضاً۔ ص:۶، ۷)

خط کشیدہ جملوں سے حضرت مفتیٔ اعظم ہند کی توضیح و تشریح اور استدلال کا نادر انداز عیاں ہے۔

اب دوسرے شعر پر نقد و جائزہ کا انداز ملاحظہ کیجئے۔ تحریر فرماتے ہیں:

''یوں ہی اس کا وہ دوسرا شعر نجس کفرِ خالص ہے۔ مسلمانوں

کا دینِ مقدس اسلام اللہ کو جسم و جسمانیت سے پاک بتاتا ہے۔ مکان ہی جسم کے لئے مخصوص ہے تو اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے، وہ مجسم نہیں نیز مکان مخلوق ہے وہ خالق ہے، مکان حادث ہے وہ قدیم ہے، مکان کو جسم محیط ہوتا ہے اور اللہ اس سے پاک ہے کہ کوئی شئی اس کا احاطہ کرے وہ اپنے علم و قدرت سے ہر شئی کو محیط ہے۔

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ (فصلت: ۴۱:۵۴)

(سنو! وہ ہر چیز کو محیط ہے) یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قابو میں ہے۔

اور شاعر لندن کو خدا کا مکان بتاتا ہے تو خدا کو مجسم جانتا ہے اور لندن کو اسے محیط مانتا ہے جب ہی تو کہتا ہے کہ خدا آج کل کعبے میں نہیں لندن میں ہے۔ بے شک وہ اہلِ اسلام کے نزدیک کافر ہے، اللہ و رسول کے نزدیک کافر ہے۔ باجودیکہ مسلمان کعبہ معظمہ بلکہ ہر مسجد کو اس لئے کہ وہ خالصاً اللہ ہی کی ملک ہیں، بیت اللہ کہتے ہیں مگر جو کعبہ معظمہ کو اللہ تعالیٰ کا مکان اور اللہ تبارک و تعالیٰ کو اس کا مکین مانے، ان کے نزدیک کافر ہے۔ یوں ہی اللہ عزوجل زمان سے بھی پاک ہے کہ زمانہ بھی حادث و مخلوق ہے اور یوں بھی کہ اس کعبہ معظمہ سے لندن کو بڑھایا، کعبہ مقدس کی توہین کی مگر جو ربِ کعبہ کی ایسی شدید توہین و تنقیص کر چکا ہو ایسے سے کیا شکایت۔ ع

ما علی مثله بعد الخطا ...... (اسی جیسی غلطی کا کیا شمار وقطار)

یہاں اس احتمال کی بھی گنجائش نہیں کہ مکان سے اس کے مجازی معنی مراد ہوں اگرچہ اس طور پر بھی یہ اطلاع درست نہ ہوتی مگر خاص شہروں کا تسمیہ اور ایک میں خدا کا وجود بتانا اور دوسروں کو اس سے خالی ماننا اس احتمال کو قطع کر کے کلام کا انجث کفر متعین کرتا ہے۔'' (ایضاً۔ ص: ۷،۸)

تبصرہ: حضور مفتیٔ اعظم نے اللہ عزوجل کو جسم و جسمانیت اور زمان و مکان سے پاک بتاتے ہوئے آیاتِ قرآنی سے اسے ہر شے پر قابو رکھنے والا ثابت کیا ہے اور چونکہ شاعر نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے لندن کو اس کا مکان بتایا ہے لہٰذا اس نے تقدیس الوہیت کا انکار کر کے کفر بکا۔

حضرت کی وضاحت اور تجزیہ کی داد دیجئے کہ آپ نے یہ بھی صاف کر دیا کہ چونکہ کعبہ معظمہ کو بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر کہا جاتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اللہ کا مکان ہے یا وہ اس میں مکین ہے اور ایسا عقیدہ بھی کفر ہے۔ آپ نے جس انداز میں شاعر کی گرفت کی ہے اس سے آپ کی عظمت فقاہت کے ساتھ ساتھ شرح و تنقید اور اندازِ استدلال کا لاجواب اظہار ہوتا ہے۔

اب تیسرے شعر کی بابت حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کی شرح و نقد کا انداز دیکھئے، تحریر فرماتے ہیں:

''یوں ہی اس کا تیسرا شعر بھی کھلا الحاد و زندقہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولوی و مالوی اس کے نزدیک برابر ہیں۔ خدا اور رام ایک ہیں، کفر و اسلام میں کچھ فرق نہیں۔ **ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم**۔ اس کے نزدیک خدا خدا نہ کیا رام رام کر لیا، بات ایک ہی ہے، حاصل وہی ہے حالانکہ ہرگز خدا رام نہیں اور ہرگز رام خدا نہیں!

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ○ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (اسراء: ۴۳۔ الصّٰفّٰت ۳۷:۱۵۹ الحشر ۵۹:۲۳)

اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک و منزہ ہے جن کو وہ (ظالم) بکتے ہیں۔ پاکی ہے اللہ کو ان باتوں سے کہ یہ بتاتے ہیں۔ اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔ (ایضاً۔ ص: ۸،۹)

مشرکین کے معبودوں کو حضرت نے آیاتِ قرآنیہ سے باطل ثابت کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ خدا رام نہیں!

اب دیکھئے کہ حضور مفتیٔ اعظم ''رام'' کی تشریح و تصریح کس انداز میں فرماتے ہیں:

''مشرکین کا مذہب نامہذب ہے کہ خدا ہر چیز میں رما ہوا سرایت و حلول کئے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ رمنے اور حلول کرنے سے پاک ہے۔ مشرک خدا کو اپنے اسی عقیدۂ خبیثہ کی بناء پر رام کہتے ہیں تو خدا کو رام کہنا کفر ہوا اور خدا خدا کرنا عبادت اور کفر کو عبادت جاننا کفر اور نہ سہی فرض کیجئے کہ وہ رام کے یہ معنی بھی نہ سمجھتا ہو جب بھی ہمارا خدا وہ نہیں جو ہنود بے بہبود کا مذموم خدا ہے جسے مشرکین نے خدا سمجھ لیا ہے۔''

(ایضاً۔ ص:۹)

دلیل میں حضور مفتیٔ اعظم نے قرآنی آیات بھی پیش فرمائی ہیں۔ مزید تحریر فرماتے ہیں: ''تو ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کا خدا خدا کرنا اور کفار کا رام رام بکنا ہرگز ایک نہیں ہوسکتا اور کفار کے رام رام جپنے کو خدا کی یاد جاننا بے شک الحاد ہوا۔'' (ایضاً ص:۱۰)

اخیر میں اس طرح شرعی حکم سناتے ہیں:

''اس قائل اور ان شعراء پر جنہوں نے کہا ہے کہ ان اشعار کے مفاہیم کفر نہیں ہے، توبہ و تجدید ایمان فرض اور ہر فرض سے بڑھ کر فرض ہے۔ نئے سرے سے مسلمان ہوں اور اپنی بیویوں سے، جبکہ وہ راضی ہوں، ازسرِ نو نکاح کریں اور اگر کہیں بیعت ہوں تو تجدیدِ بیعت بھی لازم۔ یونہی اگر حج کر چکے ہوں تو پھر حج کرنا بھی ضروری ہے کہ کفر سے اعمال حبط ہو جاتے ہیں تو پہلا حج اور اعمال حبط ہو گئے۔ اب دوسرا حج یوں فرض کہ حج کی فرضیت کا وقت عمر ہے لہٰذا اب پھر حج ضروری و واجب۔ توبہ کریں اور بہانے نہ بنائیں کہ وہ کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔'' (ایضاً۔ ص:۱۱)

مدیر زمیندار ظفر علی خاں کے تینوں اشعار کی مذہبی، ادبی اور لسانی اعتبار سے جس طرح مفتیٔ اعظم نے تشریح فرمائی ہے اور پھر اس پر نقد و نظر کا جو فریضہ انجام دیا ہے وہ لائق دید ہے۔ حضرت نے بہت ہی مدلل اور مفصل انداز میں گرفت فرمائی ہے اور آخر میں دیانت دارانہ طریقے سے ایک عظیم فقیہ اور محتاط مفتی کی حیثیت سے حکم شرع سنایا ہے۔

(نوٹ: ملاحظہ ہو حضرت مجدد عصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی بحیثیت فقیہ باریک بینی کہ آپ نے تجدیدِ ایمان کے بعد ان تمام اعمال کی تجدید کا حکم دیا ہے جو عام طور پر مفتی صاحبان اپنے فتویٰ میں نہیں بتاتے۔ سوائے تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کے اور کسی کا ذکر نہیں ہوتا ہے۔ تجدیدِ حج کے سلسلہ میں ساری عمر فرضیت کا وقت قرار دینا اور تجدیدِ نکاح کے سلسلہ میں ''جبکہ وہ (بیویاں) راضی ہوں'' کی جزئیات بیان کرنا، علمِ فقہ اور اصولِ فقہ پر آپ کی دسترس اور ژرف نگاری کا بیّن ثبوت ہے۔ تجدیدِ احیاءِ دین کی اسی شان کی بناء پر پچاس سے زائد جید علماء ہند اور مفتیان کاملین نے آپ کو موجودہ صدی ہجری کا مجدد قرار دیا ہے۔ ادارہ)

۵۔ مفتیٔ اعظم ہند کے شرح و نقد کا انداز۔

(''کشفِ ضلالِ دیوبند'' (۱۳۳۷ھ) کی روشنی میں):

''کشفِ ضلالِ دیوبند'' از مفتیٔ اعظم ہند ۱۸۲ر صفحات پر مشتمل ہے۔ زیرِ نظر تالیف میں حضرت علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تالیف ''الاستمداد علی اجیال الارتداد'' (۱۳۳۷ھ) میں شامل ۱۶۳ر اشعار کے اردو قصیدہ پر حواشی اور ان کی شرح تحریر فرمائی ہے۔

''الاستمداد'' میں شامل اشعار کی تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ نعتِ انور سیدِ اکرم ﷺ .... ۳۵ر اشعار
۲۔ استمداد از شاہِ رسالت بر کبرائے کفر و ردّت ...... ۱۵ر اشعار
۳۔ اسمٰعیل دہلوی، وہابیہ اور دیوبندی .... ۹۶ر اشعار
۴۔ امتِ محمدیہ علمائے دیوبند کی نظر میں .... ۳ر اشعار

۵۔ شرکستانِ وہابیہ............ ۲۸/اشعار
۶۔ اللہ تعالیٰ کے مطابق دیوبندی علماء کا عقیدہ...... ۳۹/اشعار
۷۔ دیوبندی عقائد کے اضافے............ ۱۹/اشعار
۸۔ گنگوہی صاحب کے نظریات............ ۵۳/اشعار
۹۔ نانوتوی صاحب کے نظریات............ ۲۴/اشعار
۱۰۔ تھانوی صاحب کے نظریات............ ۲۷/اشعار
۱۱۔ ذکر احباب و دعاء احباب............ ۲۴/اشعار
(اس میں امام احمد رضا کے سولہ خلفاء کا مختصر ذکر دعا کے ساتھ ہے)

ا۔ ''نعت انور سید اکرم ﷺ'' کے چند اشعار کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔ اشعار اس طرح ہیں:

۱۔ سچی بات سکھاتے یہ ہیں — سیدھی راہ دکھاتے یہ ہیں
۲۔ ڈوبی ناویں[۱] تراتے یہ ہیں — ہلتی نیویں جماتے یہ ہیں
۳۔ ٹوٹی آسیں بندھاتے یہ ہیں — چھوٹی[۲] نبضیں چلاتے یہ ہیں
۴۔ جلتی جانیں بجھاتے یہ ہیں — روتی آنکھیں ہنساتے یہ ہیں
۵۔ دافع یعنی حافظ و حامی — دفع[۳] بلا فرماتے یہ ہیں
۶۔ ان کے نام کے صدقے جس سے — جیتے ہم ہیں،[۴] جلاتے یہ ہیں

۱، ۲، ۳، ۴ کی شرح حضرت مفتیٔ اعظم اس طرح فرماتے ہیں:

۱ ''اللہ عزوجل نے شیعا علیہ السلام کو جو وحی بھیجی کہ (جسے) ابن ابی حاتم وابونعیم نے وہب بن عتبہ کی حدیث سے روایت کی، اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری نے گمراہی کو ہدایت، جہل کو علم، گمنامی کو رفعت، ناشناسی کو ناموری، قلّت کو کثرت، محتاجی کو دولت اور نااتفاقی کو محبت سے بدل دیا۔

ناویں کتنی ڈوبی تھیں اور کیسی تریں
نیویں اکھڑ چکی تھیں کیسی جمیں

وللہ الحمد حمداً کثیراً'' (الاستمداد۔ ص:۲۹)

۲ ''علامہ شامی تلمیذ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے **سبل الھدیٰ والارشاد** میں رسول اللہ ﷺ کے اسماءِ طیبہ میں ایک نام شافی لکھا ہے۔ علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اس کے معنی بتائے ہیں: **ای المبری من السقم والآلام والکاشف عن الامۃ کل خایب بھم الم** یعنی حضور ﷺ مرض و تکلیف سے شفا دینے والے ہیں، امت پر سے ہر مصیبت دور فرمانیوالے ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! قرآن عظیم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے: ''اللہ کی اجازت سے مُردے جلاتا ہوں (**وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ**۔ ال عمران:۳/۴۹)''، یہ چھوٹی نبضیں چلانے سے بدرجہا زائد ہے۔ ہمارے حضور ﷺ سے کئی حدیثوں میں وارد ہے بلکہ حضور کے غلاموں نے کئی مُردے جلائے۔ دیکھئے بہجۃ الاسرار شریف اور دوسرے ائمہ کی کتابیں۔''
(ایضاً۔ ص:۲۹-۳۰)

۳ ''الامن والعلی میں ایسی کئی حدیثیں ملتی ہیں۔ ایک صحابی نے حضور سے عرض کیا: میں اس لئے سرکار میں حاضر ہوا ہوں کہ میری سختیاں دور فرمائیں۔ کتبِ سابقہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق ہے، **دفّاع معضلات**، نہایت مشکلوں کو دفع کرنے والے۔ حضور ﷺ نے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش پر فرمایا: **یا حمزہ یاکاشف الکربات**۔ اے حمزہ اے دافع البلا! وہابیہ اس حکم کو بھی شرک کہتے ہیں، اسی کے سبب درودِ تاج کو حرام بتاتے ہیں حالانکہ یہ خود ان کا کفر اور شرک ہے۔ حضور نے فرمایا: **سمیت احید لانی احید عن امتی نار جھنم**۔ میرا نام احید ہے، میں اپنی امت سے آتشِ دوزخ کو دفع فرماتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر دافع البلا اور کیا ہے؟ وللہ الحمد!'' (ایضاً۔ ص:۳۰)

ع؎ حضور اقدس ﷺ کا مُردے جلانا ابھی ابھی آپ نے پڑھا ہے۔ دارمی شریف میں یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں: **جاء کم رسول لیحیی قلوبا غلفا ویفتح اعینا عمیا ویسمع اذانا صما ویقیم السنة عوجا۔** تمہارے پاس یہ رسول تشریف لائے کہ غلاف چڑھے دلوں کو زندہ فرمادیں، اندھی آنکھوں کو انکھیاری کردیں اور بہرے کان کھول دیں، ٹیڑھی زبانیں سیدھی کردیں۔ قرآن عظیم میں ہے **وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا** (المائدہ ۵:۳۲) جس نے ایک جان کو زندہ کیا گویا سب کو زندہ کردیا۔ ائمہ دین فرماتے ہیں: دنیا جس طرح اپنی ابتداء میں حضور ﷺ کی محتاج تھی، اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، یوں ہی اپنی بقاء میں بھی حضور ﷺ کی محتاج ہے، حضور ﷺ نہ ہوں تو کچھ بھی نہ ہو۔ اس کے دلائل ''سلطنتِ مصطفیٰ'' میں تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں۔ انسان اور حیوان کی زندگی نباتات سے ہے، نباتات کا دارومدار بارش پر ہے، تمام مخلوق کی زندگی پانی سے پھر پانی اور دوسری اشیاء کی زندگی حضور ﷺ سے ہے، حضور ﷺ کی زندگی ذکرِ الٰہی سے اور ذکرِ الٰہی کی زندگی حضور ﷺ سے۔ حضور ﷺ نے تشریف لاکر ذکرِ الٰہی کو زندہ کیا۔ **مطالع المسرات** میں لکھا ہے: **هو ﷺ روح الاكوان وحياتها۔** نبی ﷺ تمام جہان کی (روح یا) جان ہیں۔ پھر مزید لکھا ہے: **قد اتفقت كلمة الاولياء الله على انه ﷺ سر الله الممتد الى الارواح بينهما وتشماله حياتها۔** تمام اولیاء کا اجماع ہے کہ نبی ﷺ اللہ کے وہ راز ہیں جو سب روحوں میں پھیلا ہوا ہے۔ ان ہی کی خوشبو سونگھ کر سب روحیں جیتی ہیں۔''

(ایضاً ص: ۳۰-۳۱)

تبصرہ: اشعارِ رضا میں حضور ﷺ کے جو فضائل ومناقب بیان کئے گئے ہیں اور ان کی مسیحائی اور دافع البلا ہونے کا اظہار کیا گیا ہے، ان کی صداقت کو حضرت مفتیٔ اعظم نے قرآن واحادیث اور اقوال ائمہ سے بحسن وخوبی اجاگر کیا ہے۔

اس تشریح میں حضرت مفتیٔ اعظم کی علمی شان کے ساتھ ساتھ ان کے نبوی عشق وعقیدت کی روشنی بھی مچلتی نظر آتی ہے۔ حضرت مفتی اعظم نے اس تشریح میں یہ بھی اشارہ دیا ہے کہ حضور ﷺ کی شان تو بڑی ارفع واعلیٰ ہے، وہ تو لاریب جانِ مسیحا ہیں! ان کے غلاموں کی یہ شان کہ انہوں نے مردے زندہ کئے ہیں۔ حضرت نے امام احمد رضا کی تصانیف ''الامن والعلیٰ'' اور ''سلطنتِ مصطفیٰ'' کے حوالے بھی دیئے ہیں کہ ان سچائیوں کا ثبوت ان تصانیف میں دیکھا جاسکتا ہے۔ (اس سے اس طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصنیف ''سلطنتِ مصطفیٰ'' شائع ہوچکی تھی اور حضرت مفتی اعظم کے پاس اس کا ایک نسخہ محفوظ تھا۔ ادارہ)

(ب) ''اسمٰعیل دہلوی، وہابیہ اور دیوبندی'' کے عنوان کے تحت چند اشعار کی تشریح مع تکمیلات ملاحظہ فرمائیں:

شہ؎۱ کو رسل کو ملک کو جو مانے — اس کو خدا سے چھڑاتے یہ ہیں
پھر اس کلمۂ کفر کی تہمت — رب؎۲ و رسل پہ اٹھاتے یہ ہیں
شہ؎۳ کو رسل کو اہلِ خدا کو — چوہڑے چمار سناتے یہ ہیں
حق؎۴ سے چھوٹا ان سے اعظم — بیچ میں اور مناتے یہ ہیں
وہ سب رکھے چمار سے بدتر — ٹھاکر کس کو بناتے یہ ہیں

مفتیٔ اعظم ان اشعار کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں:

؎۱ ''تقویۃ الایمان مطبع صدیقی دہلی مطبوعہ ۱۲۷۵ھ کے صفحہ ۲۱ پر ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ صفحہ ۸ پر ہے: اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ صفحہ ۷ وغیرہا۔

اقول: ہر مسلمان جانتا ہے کہ رسولوں، فرشتوں کا ماننا جزوِ ایمان اور ان کا نہ ماننا ایسا کفر ہے جیسا اللہ عزوجل کو نہ ماننا۔ لیکن امام الوہابیہ کے دھرم میں انہیں اور خود حضور اقدس ﷺ کو ماننا محض حرام اور ہر حرام سے بدتر ہے۔''

''اسی کتاب کے صفحہ ۱۹؍ پر ہے۔ اللہ صاحب نے فرمایا: کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔'' (اللہ تعالیٰ پر کفر کا افترا)

(الاستمداد ص:۳۹)

۲ ''تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۷؍ پر ہے: جتنے پیغمبر آئے ہیں سو اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (تمام انبیاء پر کفر کا افتراء ہے۔)''

(ایضاً۔ ص:۳۹)

۳ ''تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۱؍ پر یہ دعویٰ کر کے کہ انبیاء و اولیاء کی یہ شان نہیں، جو کسی کو مصیبت کے وقت پکارے مشرک ہے۔ صفحہ ۲۲؍ پر اس کے ثبوت میں کہا کہ ہمارا جب خالق اللہ ہے تو ہم کو چاہئے کہ ہر کام میں اس کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو ایک بادشاہ کا غلام ہو وہ اپنے کام کا علاقہ دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا، کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر۔'' (ایضاً۔ ص:۳۹)

۴ ''تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۶؍ پر ہے: جس نے اللہ کا حق مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل کو دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے اور یہ یقین جانئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے سامنے چمار سے بھی ذلیل ہے۔'' (ایضاً۔ ص:۳۹)

اقول (مفتی اعظم فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں): اللہ کو بڑے سے بڑا کہا اور تمام مخلوقات کو ذلیل سے ذلیل تو کم از کم بیچ میں ایک اور چاہئے کہ جو اللہ سے چھوٹا اور مخلوقات سے بڑا ہو اس سے ذلیل اور ان سے معزز ہو، یہ کفر ہے۔ تکمیل ۲

(ایضاً ص:۳۹)

تکمیل کی بابت حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: ''یہ شرح کے وہ مضمون ہیں کہ حواشی پر گنجائش نہ ہونے سے ذیل میں لکھے گئے نیز سلیم طبیعتیں دو حرفِ بیان سے سمجھ لیتی ہیں، ان کے لئے اسی قدر باذن تعالیٰ بس تھا اور وہابیہ اگر شک ڈالیں تو بفضلہ تعالیٰ یہ تفصیل موجود و باللہ التوفیق۔''

۱ کے تحت تکمیل ۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

اقول: یہی نہیں کہ انبیاء و ملائکہ اور خود رسول اللہ ﷺ کو ماننا امام الوہابیہ نے صرف خبط ہی ٹھہرایا ہو بلکہ اسے ہر حرام سے بدتر حرام کہا۔ صفحہ ۵۹ پر کہا: ''آدمی کتنا ہی گناہوں میں ڈوب جائے اور محض بے حیا ہی بن جائے اور پرایا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرے اور کچھ بھلائی برائی میں امتیاز نہ کرے تو بھی شرک کرنے اور اللہ کے سوا اور کسی کو ماننے سے بہتر ہے۔'' یعنی شراب پینا، چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا، حرام کھانا، حرام کرنا، حرام کرانا یہ سب باتیں حرام ضرور ہیں مگر انبیاء و ملائکہ و محمد رسول اللہ ﷺ کو ماننا ان سب سے بدتر ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مسلمانو! تو کیا اسلام اسی کا نام ہے؟

(الاستمداد۔ ص:۱۰۳)

۴ کے تحت تکمیل ۲ میں فرماتے ہیں:۔

''**اقول:** اس نے اللہ عزوجل کو بڑے سے بڑا اور تمام مخلوقات کو ذلیل سے ذلیل بتایا تو یہاں چار ہوئے۔ ایک اللہ کہ بڑے سے بڑا ہے، دوسرا وہ بڑا کہ ذلیل نہیں اور اللہ سے چھوٹا ہے، تیسرا ایک ذلیل، چوتھا تمام مخلوقات کہ اس ذلیل سے ذلیل ہے۔ تو اللہ اور مخلوق کے درمیان دو اور ہوئے، ایک بڑا کہ خدا سے بڑائی میں کم ہے دوسرا ذلیل کہ مخلوق میں ذلت سے کم ہے اور اگر یوں مانے کہ وہ ایک ہی ہے جو اللہ سے کم بڑا اور مخلوق سے کم ذلیل ہے جب بھی بیچ میں تیسرا ماننے سے چارہ نہیں۔ یہ اگر صفات الٰہی کو کہا کہ نہ خالق ہیں نہ مخلوق تو اللہ کی صفتیں ذلیل ٹھہرائیں، اور یہ کفر ہے۔ اور اگر غیرِ صفات کو کہا تو ذات و صفات کے سوا ایک اور کو مانا کہ اللہ کا مخلوق نہیں یہ بھی کفر ہے۔ شاید ہندوؤں کے بتوں کو کہا کہ انہیں وہ ٹھاکر کہتے ہیں اور یہ تمام مخلوقات کو

چمار کہتا ہے اور ٹھاکر چمار سے بڑا ہوتا ہے اور باھمن سے ذلیل، وہ باھمن اس کا معبود ہوا۔'' (ایضاً ص ۱۰۴)

نوٹ: باھمن سے مراد ہے برہمن جسے ہندو سب سے اونچی ذات میں شمار کرتے ہیں۔

تبصرہ: امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی نے اللہ و رسول اور فرشتوں (جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہم) وغیرہم کی شان میں جو کفری بکواس کی ہے، امام احمد رضا نے اپنے اشعار میں انہیں بیان کیا ہے۔ مفتیٔ اعظم نے ان اشعار کی تشریح و توضیح اسمٰعیل کے اقوال کی روشنی میں کی ہے اور پھر ان پر بڑی قاہر گرفت فرمائی ہے۔

(ج) دیوبندی عقائد کے تحت (دیوبندی عقائد کے اضافے) چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

مرسل لاثانی کا ثانی	گنگوہی کو بناتے یہ ہیں
قبر ہے طور، وہ رب یہ موسیٰ	کیسے جنون پکاتے یہ ہیں
اسکے کالے غلاموں کو یوسف،	پاجی پن یہ دکھاتے یہ ہیں

تشریح: ''محمود حسن مرثیہ گنگوہی کے صفحہ ۷ اپر لکھتے ہیں:

تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار اَرِنی مری دیکھی بھی نادانی

اس تمثیل کو دیکھئے گنگوہی کی مٹی کا ڈھیر ''کوہ طور'' ہے اور اَرِنی کی رٹ لگا رہے ہیں تو یہ موسیٰ علیہ السلام کی جگہ ہوئے اور گنگوہی خدا کی مثل۔ (عیاذ باللہ)

اس پر تکمیل ملاحظہ کریں: اس کفر صریح کو نادان بن کر ٹالا ہے یعنی پاگل ہیں، والپاگل مرفوع القلم، (پاگل پر شریعت کی تکلیف نہیں) یہ ہے حقیقی گور پرستی۔ وہاں شاید ایک وجہ شبہ خیال کی ہو۔ طور پر تجلی نار کی تھی کہ اٰنَسَ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ نَارًا (القصص: ۲۹/۲۸) اگر نار ہی گور گنگوہی صاحب میں دیکھ کر حواس باختہ ہو کر یہ تشبیہ گڑھی ہو تو پگلیت (پاگل پن) جائے دارد۔ (ٹھیک ہے)

(الاستمداد ص ۶۴، ص ۱۵۳)

۲ محمود حسن مرثیہ گنگوہی کے صفحہ گیارہ پر لکھتے ہیں:

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا ان کا لقب ہے یوسف ثانی

عبید جمع عبد ہے اور سود جمع اسود۔ یعنی گنگوہی کے کالے بندے یوسف ثانی ہیں۔ پھر گورے تو گورے

اقول اولاً: نبی کی توہین کی۔

ثانیاً: عبدالگنگوہی کا شرک اوڑھا۔

اس پر تکمیل ملاحظہ کریں:

اقول: اولاً دنیاوی معاملات میں بنی نوع انسان میں سب سے ذلیل تر غلام ہے وہ بھی کالا حبشی۔ آزاد شخص کیسا ہی پاجی سا پاجی ہو غلام ہونے کو اپنی توہین سمجھے گا تو اس انتہا درجے کے پاجی پن کو اس مرثیہ گو نے کہاں جا کر ملایا! یہ نبی اللہ کی توہین ہے۔ ثانیاً اگر آج کل کسی کے غلاموں کو کہے کہ اس کا ایک ایک چھوکری بچہ رشید احمد ثانی ہے تو کیا اسے رشید احمد کے لئے روا رکھیں گے؟ ہرگز نہیں! مگر ان کے یہاں سب سے کم قدر اللہ کے رسول ہیں، ان کے ساتھ جیسا چاہیں کھیلتے ہیں۔ ثالثاً، طرفہ یہ کہ عبدالنبی شرک۔ عبارت نمبر ۶۶ میں گزری اور عبد الگنگوہی آنکھوں سکھ کلیجے ٹھنڈک یہ کیسا شرک اخبث ہے۔

(ایضاً۔ ص: ۱۵۴)

تبصرہ: ''والپاگل مرفوع القلم'' اور ''پگلیت جائے دارد'' کے تیکھے کلمات لائقِ داد ہیں۔

حضرت مفتیٔ اعظم کی تشریح و تنقید سے انکی فقہی شان، علمی جلال، دلیل کا منطقی انداز، توضیحی نثر، ایجاز و بلاغت وغیرہم کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔

(نوٹ: طوالت کے خوف سے صرف چند مثالوں پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے۔ عزیزی)

تھیسس اور تحقیقی مقالہ نگاروں کے لیے رہنما اُصول اور تجاویز

(مکتوباتِ مسعودی کی روشنی میں)

مولانا خورشید احمد سعیدی ☆

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد زید مجدہ کو محققین (Researchers) کی رہنمائی کرتے ربع صدی سے زائد عرصہ گذر چکا ہے۔ پاکستان، امریکہ، برطانیہ، بنگلہ دیش، ہندوستان، مصر وغیرہ ممالک سے سینکڑوں محققین اور مقالہ نگاروں نے حصولِ رہنمائی کے لیے اُن سے رابطے کیے، خطوط لکھے، ملاقاتیں کیں اور گوہر مقصود پایا۔ اُن کے مکتوبات کا ایک مجموعہ ''مکتوبات مسعودی'' کے نام سے ادارۂ تحقیقات اِمام اَحمد رضا کراچی نے اپریل ۲۰۰۵ء میں شائع کیا ہے۔ یہ مکتوبات ویسے تو متنوع معلومات کا بیش بہا خزانہ ہیں لیکن محققین بالخصوص امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے حوالے سے تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے یہ ایک خصوصی تحفہ ہے۔ زیرِ نظر مضمون اِسی مجموعۂ مکتوبات سے ماخوذ ہے جس کا مقصد تحقیق سے متعلق مختلف صفحات پر بکھری ہوئی معلومات، ہدایات، تجاویز وغیرہ کو ایک جگہ مرتب کر کے نئے اسکالرز، نوجوان محققین اور عام مقالہ نگار خصوصاً ماہنامہ ''معارف رضا'' کے قلم کاروں کی خدمت میں ایک گلدستہ کی شکل میں پیش کرنا ہے تا کہ جب وہ اپنا تھیسس (Thesis) یا مقالہ (Research Paper) مرتب کریں یا کسی موضوع پر برائے اشاعت قلم اٹھائیں تو اِن اُصول وضوابط سے استفادہ کریں، اپنی بات میں وزن پیدا کریں، قاری کو بہتر طور پر متاثر کریں، نئی علمی جہات کو سامنے لانے میں کامیاب ہوں اور تحقیقی عمل کو آگے بڑھانے میں بہترین نمونہ (Best Model) بن سکیں۔ اس تحریر کے پیچھے ایک اور محرک حضرت ڈاکٹر مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ کی وہ سوچ اور فکر بھی ہے جس کے مطابق: ''اعلیٰ حضرت پر کام کے سلسلے میں جب تک کام کرنے والوں کی مدد نہ کی جائے، کام آگے نہیں بڑھے گا''۔ تحقیق کے میدان میں قدم رکھنے والے نئے اسکالرز اور معارف رضا کے لکھاریوں کے لیے یہ تحریر بہت مدد ومعاون ہوگی۔ ان شاءاللہ

تحقیقی مقالات کی کئی اقسام ہیں۔ مثلاً یونیورسٹی کی سطح پر ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات؛ کسی تحقیقی اور علمی مجلّہ میں برائے اشاعت لکھے گئے مقالات؛ کسی سیمینار یا کانفرنس میں پڑھنے کے لیے لکھے گئے مقالات وغیرہ۔ ان میں سے ہر قسم کے مقالے کی تیاری (Preparation)، تشکیل (Formation) اور تکمیل (Perfection) کے کچھ بنیادی اُصول وضوابط ہیں۔ اگر ان اُصول وضوابط کا لحاظ نہ کیا جائے، اُن کی اہمیت کو نہ پہچانا جائے یا غفلت برتی جائے تو مقالہ نگار کو اپنے مقاصد میں کامیابی یا تو ہوتی ہی نہیں یا بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وقت اور پیسے کا ضیاع ہوتا ہے اور بعض اوقات ساری محنت کے رائیگاں جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اگرچہ درج ذیل اُمور معارف رضا یا کسی دوسرے مجلّہ کے قلم کاروں کے لیے بھی بہت مفید ہیں لیکن یہ بنیادی طور پر تھیسس کے خاکہ (Synopsis; Outline) کی تیاری یا تھیسس شروع کرنے والوں کے لیے ہیں۔

تحقیقی مقالات کا مزاج و انداز:

عام تحریروں کے مقابلے میں تحقیقی مقالات کا مزاج بالکل الگ ہوتا ہے، محقق کو معتدل اور غیر جانبدار رہنا پڑتا ہے، وہ ایک عادل اور منصف ہوتا ہے، اسے پورا پورا انصاف کرنا پڑتا ہے خواہ دل نہ چاہے۔ اس لئے عقیدت ومحبت ظاہر نہ کریں، نام میں بھی القاب وآداب اور دعائیہ کلمات شامل نہ کریں۔ کوئی خامی نظر آئے برملا بیان

*استاذ (وزیٹنگ فیکلٹی) شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، ایئر یونیورسٹی، اسلام آباد۔

(نوٹ: گذشتہ شمارہ میں شائع ہونے والے کوائف غلطی سے شائع ہو گئے تھے جس کے لئے ادارہ معذرت خواہ ہے)

کریں۔ مخالف وموافق سب کے لیے ایک زبان استعمال کریں، ان کے نام ایک ہی انداز سے لکھے جائیں تا کہ جانبداری کے الزام سے محفوظ رہیں۔

تحقیقی مقالات کا ہدف:

تحقیقی مقالات کے ذریعے ایک نئی علمی حقیقت سامنے لائی جاتی ہے اسلئے اس میں جو بات ہو دلیل کے ساتھ ہو۔ اگر مخالف کا ذکر کرنا ہو تو مؤرخانہ انداز سے کیا جائے۔ تحریر میں جذباتیت سے زیادہ معقولیت ومعنویت ہونی چاہیئے۔ محبوب شخصیت میں بھی کوئی خامی نظر آئے اس کو نہ چھپائیں۔ صرف ایسی تحریر پڑھنے والے کو سوچنے پر مجبور کرسکتی ہے اور رفتہ رفتہ اس میں فکری انقلاب برپا کردیتی ہے۔ جو تبلیغ وارشاد کا مقصود ہے۔

اسلوب بیان اور اندازِ نگارش:

مقالے کا انداز نگارش نہ تو جانبدارانہ ہو اور نہ ہی جذباتی بلکہ سنجیدہ اور عادلانہ موعظت وحکمت سے بھرپور ہونا چاہیے۔ اس دور کے تقاضے یہی ہیں اور قرآن حکیم کا حکم بھی یہی ہے۔ کہیں بھی کسی سے عقیدت یا نفرت کا اظہار نہ ہو۔ مخالف پر طعن وطنز نہ کریں۔ ہر قسم کے مذہبی، مسلکی، علاقائی، ذاتی تعصبات سے بالاتر رہیں۔ ورنہ مقالے کی علمی حیثیت مجروح ہوجاتی ہے اور مخالف کے لیے اس کی افادیت ختم ہوجاتی ہے۔ آپ صرف حقائق بیان کریں اور فیصلہ قاری پر چھوڑ دیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ذہن میں رہے کہ کسی بھی عقیدے اور مسلک کے ممتحنین مقالہ جانچ سکتے ہیں۔ اہل سنت اسکالرز کا جذبات پر قابو رکھنا مشکل ہوتا ہے جس سے بعد میں بہت پریشانیاں ہوتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت سے متعلقہ تحقیقی مقالات میں لفظ ''امام'' استعمال نہ کرنا مناسب ہے کیونکہ ممتحنین میں معاندین اور ہر مسلک کے استاد ہوتے ہیں۔

مکروفریب کے حربوں کا جواب:

اگر مقالہ مختصر ہے اور کسی مجلّہ میں اشاعت کے لیے لکھنا ہے تو چند باتوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ مثلاً کسی مخالف نے اگر مکروفریب کے حربے استعمال کیے ہوں تو اس کے جواب میں مناسب یہ ہے کہ جن خطوط پر منفی انداز میں وہ کتاب لکھی گئی ہو انہیں خطوط پر مثبت انداز میں کتاب یا مقالہ ہو۔ اس طرح مخالف کی کتاب کی تشہیر نہ ہوگی اور قاری پڑھتے وقت اس کی ضرورت محسوس نہ کرے گا۔ چند مثالیں پیش کرکے اس کی خیانت اور ناقص معلومات کو اجاگر کیا جائے اور پھر پوری کتاب پر اس کی تعمیم کردی جائے۔ اس سے اس کے افکار واعمال آشکار ہو جائیں گے اور معاصرین میں اس کا مقام بھی واضح ہوجائے گا۔ طرز تحریر محققانہ ہو، اس میں کسی پر طعن ہو نہ طنز کیونکہ مقصد مخالف کے دل میں بات کا اُتارنا ہے اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہ ہوگا جب تک طرز بیان دلنشین اور ہمدردانہ نہ ہو۔ جس طرح میدانِ جنگ میں ضبط وتحمل کی ضرورت ہے اسی طرح قلمی جہاد میں بھی بڑے تحمل کی ضرورت ہے۔ ویسے بھی آج ردّ لکھنے کا وقت نہیں،[1] کام کرنے کا وقت ہے۔ دشمن ہمیں اُلجھاتا ہے اور ہم غیر شعوری طور پر اُلجھ کر رہ جاتے ہیں۔

جمعِ مواد کا مرحلہ:

مقالہ کے لیے سب سے اہم مرحلہ مواد جمع کرنا، پھر اس کو سمیٹنا ہے۔ گھر بیٹھے مواد جمع کرلینا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ اس کے لئے مختلف لائبریریوں سے مطلوبہ مواد کے نوٹس (Notes) یا فوٹو کاپیاں جمع کرنا پڑتی ہیں۔ تبلیغ وتحقیق، شیخ ومرشد بن کر نہیں کی جاسکتی، اس کے لیے خانہ

---

[1] یہ مقالہ نگار کا اپنا خیال ہے۔ غلط عقائد ونظریات کا ردّ ہر دور کی ضرورت رہی ہے، کل بھی تھی، آج بھی ہے۔ یہ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنّت رہی ہے۔ احقاقِ حق ضروری ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ویحق القول علی الکافرین (یٰس: ۳۶:۷۰) اور کافروں پر بات ثابت ہوجائے۔ اصل بات حقائق یا حقیقت کا بیان کرنا ہے اور وہ یوں ہے کہ ردّ دلائل و براہین کے ساتھ ہو، مثبت انداز میں ہو، موعظت وحکمت سے بھرپور ہو۔ ردّ بھی تحقیق وجستجو کے بعد لکھا جاتا ہے۔ ردّ لکھنے والا قرآن وحدیث، فقہ، تاریخ وسیر، فلسفۂ ومنطق کی روشنی میں متعلقہ کتب سے حقائق اور دلائل و براہین اخذ کرکے ہی کسی کے عقائد ونظریات کا ردّ لکھتا ہے اور بالفرض اگر مقالہ نگار کی یہ بات تسلیم کرلی جائے تو پھر ہمارا یہ عمل کفاو مشرکین اور یہود ونصاریٰ اور منافقینِ زمانہ کو کتاب اللہ، دینِ اسلام، انبیائے کرام ورسولانِ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اہل اللہ کی توہین کرنے کی کھلی چھوٹ دینے کے مترادف ہوگا۔ (مدیرِ اعلیٰ)

کریں۔ مخالف وموافق سب کے لیے ایک زبان استعمال کریں، ان کے نام ایک ہی انداز سے لکھے جائیں تاکہ جانبداری کے الزام سے محفوظ رہیں۔

تحقیقی مقالات کا ہدف:

تحقیقی مقالات کے ذریعے ایک نئی علمی حقیقت سامنے لائی جاتی ہے اسلئے اس میں جو بات ہو دلیل کے ساتھ ہو۔ اگر مخالف کا ذکر کرنا ہو تو مؤرخانہ انداز سے کیا جائے۔ تحریر میں جذباتیت سے زیادہ معقولیت و معنویت ہونی چاہئے۔ محبوب شخصیت میں بھی کوئی خامی نظر آئے اس کو نہ چھپائیں۔ صرف ایسی تحریر پڑھنے والے کو سوچنے پر مجبور کرسکتی ہے اور رفتہ رفتہ اس میں فکری انقلاب برپا کردیتی ہے۔ جو تبلیغ وارشاد کا مقصود ہے۔

اسلوب بیان اور اندازِ نگارش:

مقالے کا انداز نگارش نہ تو جانبدارانہ ہو اور نہ ہی جذباتی بلکہ سنجیدہ اور عادلانہ موعظت و حکمت سے بھرپور ہونا چاہیے۔ اس دور کے تقاضے یہی ہیں اور قرآن حکیم کا حکم بھی یہی ہے۔ کہیں بھی کسی سے عقیدت یا نفرت کا اظہار نہ ہو۔ مخالف پر طعن وطنز نہ کریں۔ ہر قسم کے مذہبی، مسلکی، علاقائی، ذاتی تعصبات سے بالاتر رہیں۔ ورنہ مقالے کی علمی حیثیت مجروح ہوجاتی ہے اور مخالف کے لیے اس کی افادیت ختم ہوجاتی ہے۔ آپ صرف حقائق بیان کریں اور فیصلہ قاری پر چھوڑ دیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ذہن میں رہے کہ کسی بھی عقیدے اور مسلک کے ممتحنین مقالہ جانچ سکتے ہیں۔ اہل سنت اِسکالرز کا جذبات پر قابو رکھنا مشکل ہوتا ہے جس سے بعد میں بہت پریشانیاں ہوتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت سے متعلقہ تحقیقی مقالات میں لفظ ''امام'' استعمال نہ کرنا مناسب ہے کیونکہ ممتحنین میں معاندین اور ہر مسلک کے استاد ہوتے ہیں۔

مکروفریب کے حربوں کا جواب:

اگر مقالہ مختصر ہے اور کسی مجلّہ میں اشاعت کے لیے لکھنا ہے تو چند باتوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ مثلاً کسی مخالف نے اگر مکروفریب کے حربے استعمال کیے ہوں تو اس کے جواب میں مناسب یہ ہے کہ جن خطوط پر منفی انداز میں وہ کتاب لکھی گئی ہو انہیں خطوط پر مثبت انداز میں کتاب یا مقالہ ہو۔ اس طرح مخالف کی کتاب کی تشہیر نہ ہوگی اور قاری پڑھتے وقت اس کی ضرورت محسوس نہ کرے گا۔ چند مثالیں پیش کرکے اس کی خیانت اور ناقص معلومات کو اجاگر کیا جائے اور پھر پوری کتاب پر اس کی تعمیم کردی جائے۔ اس سے اس کے افکار واعمال آشکار ہو جائیں گے اور معاصرین میں اس کا مقام بھی واضح ہوجائے گا۔ طرز تحریر محققانہ ہو، اس میں کسی پر طعن ہو نہ طنز کیونکہ مقصد مخالف کے دل میں بات کا اُتارنا ہے اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہ ہوگا جب تک طرزِ بیان دل نشین اور ہمدردانہ نہ ہو۔ جس طرح میدانِ جنگ میں ضبط وتحمل کی ضرورت ہے اسی طرح قلمی جہاد میں بھی بڑے تحمل کی ضرورت ہے۔ ویسے بھی آج ردّ لکھنے کا وقت نہیں[1] کام کرنے کا وقت ہے۔ دشمن ہمیں اُلجھاتا ہے اور ہم غیر شعوری طور پر اُلجھ کر رہ جاتے ہیں۔

جمعِ مواد کا مرحلہ:

مقالہ کے لیے سب سے اہم مرحلہ مواد جمع کرنا، پھر اس کو سمیٹنا ہے۔ گھر بیٹھے مواد جمع کرلینا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ اس کے لئے مختلف لائبریریوں سے مطلوبہ مواد کے نوٹس (Notes) یا فوٹو کاپیاں جمع کرنا پڑتی ہیں۔ تبلیغ وتحقیق، شیخ ومرشد بن کر نہیں کی جاسکتی، اس کے لیے خانہ

---

[1] یہ مقالہ نگار کا اپنا خیال ہے۔ غلط عقائد ونظریات کا ردّ ہر دور کی ضرورت رہی ہے، کل بھی تھی، آج بھی ہے۔ یہ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنّت رہی ہے۔ احقاقِ حق ضروری ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ویحق القول علی الکافرین (یٰس: ۳۶:۷۰) اور کافروں پر بات ثابت ہوجائے۔ اصل بات حقائق یا حقیقت کا بیان کرنا ہے اور وہ یوں ہے کہ ردّ دلائل و براہین کے ساتھ ہو، مثبت انداز میں ہو، موعظت وحکمت سے بھرپور ہو۔ ردّ بھی تحقیق وجستجو کے بعد لکھا جاتا ہے۔ ردّ لکھنے والا قرآن وحدیث، فقہ، تاریخ وسیر، فلسفۂ ومنطق کی روشنی میں متعلقہ کتب سے حقائق اور دلائل و براہین اخذ کرکے ہی کسی کے عقائد ونظریات کا ردّ لکھتا ہے اور بالفرض اگر مقالہ نگار کی یہ بات تسلیم کرلی جائے تو پھر ہمارا یہ عمل کفا ومشرکین اور یہود ونصاریٰ اور منافقینِ زمانہ کو کتاب اللہ، دینِ اسلام، انبیائے کرام ورسولانِ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اہل اللہ کی توہین کرنے کی کھلی چھوٹ دینے کے مترادف ہوگا۔ (مدیرِ اعلیٰ)

بدوش بننا پڑتا ہے اور جذبات و اوقات کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ کسی شخصیت پر مقالہ قلم بند کرنے کے لیے اس کے معاصر اخبار و جرائد میں کافی مواد مل جاتا ہے۔ بعض فضلاء اپنی تحقیق مکمل ہو جانے کے بعد اپنا جمع شدہ مواد لائبریریوں میں جمع کروا دیتے ہیں تا کہ مستقبل میں کام کرنے والے استفادہ کر سکیں۔ اس لئے لائبریرین حضرات سے بہترین روابط ہونے چاہئیں۔ جن کتب اور رسائل کا مطالعہ کیا یا مطالعے کے لیے جمع کیا ان کی ایک فہرست مرتب کرنی چاہیے۔ بلا ترتیب مواد مشکلات بھی بڑھاتا ہے اور وقت کا زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

مستقل مزاجی اور حسنِ ظن کی خوبی:

مواد کی تلاش میں رابطہ مہم شروع کرنا پڑتی ہے، کئی لوگوں کو خطوط بھی لکھنے پڑتے ہیں۔ اُن میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو جوابات نہیں دیتے۔ اِس سے تکلیف یقیناً ہوتی ہے لیکن کوشش نہیں چھوڑنی چاہیے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ محقق کسی کو خط لکھے اور ڈاک کی خرابی کی وجہ سے وہ کہیں راستے ہی میں رہ جائے اور مکتوب الیہ تک پہنچے ہی نہیں۔ ایسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ مکتوب الیہ نے جواب اِرسال کیا یا مواد بھیجا ہو مگر ڈاک والوں نے اسے راستے ہی میں گم یا ضائع کر دیا ہو۔ اسلئے صبر اور حسنِ ظن کا دامن تھامے رہنا چاہیے۔

تلاشِ مواد کی مہم اور بنیادی احتیاط:

کسی فاضل یا محقق سے مواد کے سلسلے میں مدد لینے کے لیے اسے مقالے کے خاکہ اور رجسٹریشن کی کاپی پیش کر دینا اکثر اوقات بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح جمع شدہ مواد کی فہرست دکھا دینا بھی بعض اوقات ضروری ہوتا ہے تا کہ معاونِ پہلے سے موجود مواد فراہم کرنے کی زحمت اور اخراجات سے بچ جائے۔

فاضل مترجمین کا علم اور ان سے رابطہ:

بعض اوقات محقق کو متعلقہ علمی مواد کی کاپیاں تو مل جاتی ہیں لیکن وہ کسی اور زبان میں ہوتی ہیں اس کیلئے مترجمین کی مدد درکار ہوتی ہے۔ اس لئے اہلِ علم اور جید فضلاء کے بارے میں معلومات اور ان سے رابطہ ضروری ہوتا ہے۔

دیانتداری و نیک نامی:

ایک محقق کو دیانتداری اور نیک نامی کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اسے کہیں سے مواد مستعار ملا ہے تو استعمال کے فوراً بعد اسے واپس بھیج دینا چاہیے۔ اور جن لوگوں نے کسی نہ کسی طرح تعاون کیا ہو انہیں شکریے کے خطوط لکھنے چاہئیں۔ اگر اس کے بارے میں علماء کے تاثرات منفی ہیں تو بہت نقصان ہوتا ہے۔

صبر واستقامت:

محقق اور مقالہ نگار کو یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ موضوع سے متعلق مواد جمع کرنے یا اس کے مطالعہ کے دوران کوئی نہ کوئی ایسی رکاوٹ آجاتی ہے جس سے کام رک جاتا ہے۔ لہٰذا اسے استقامت کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا بھی کرنی چاہیے۔ اسے یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ بعض اوقات اگر کام میں تاخیر ہو جاتی ہے تو یہ تاخیر بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتی بلکہ اگر محقق صاحبِ استقامت ہے تو اس تاخیر کے دوران اس کی معلومات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور مقالہ زیادہ فاضلانہ بن جاتا ہے۔ جوئندہ یابندہ۔ لیکن جان بوجھ کر تاخیر کرنا کئی فوائد سے محروم ہونا ہے۔

مواد سے استفادے کا طریقہ:

مواد کے مطالعے کے دوران کتاب کی مطلوبہ عبارت پر پنسل سے نشان لگاتے جائیں، جب مطالعہ کر چکیں تو کاپی سائز کے صفحات پر نوٹس لینا شروع کریں۔ صفحہ کے ایک رخ پر لکھیں۔ اقتباس لکھتے وقت دونوں طرف زیادہ حاشیہ رکھیں تا کہ وہ ممتاز ہو جائے۔ لکھتے وقت یہ خیال رکھیں کہ ہر صفحہ پر وہی مواد آئے جو کسی خاص باب کے لیے

مطلوب ہے۔ ہر باب کی الگ فائیل بنائیں اور اوپر باب کا نمبر اور عنوان لکھ دیں۔ پھر اُن صفحات کو متعلقہ باب کی فائیل میں ڈالتے جائیں۔ ایک فائیل مآخذ ومراجع کے لیے مخصوص کر دیں۔ جس باب کے لیے مواد ملے وہ متعلقہ فائیل میں رکھتے جائیں اور مفصل حوالہ مآخذ کی فائیل میں لکھتے جائیں۔

تشکیل ابواب کا طریقہ:

جمع مواد کے بعد سب سے اہم مرحلہ اسے مرتب کرنا ہے۔ مقالہ نگینوں کی پڑیا معلوم نہ ہو بلکہ دلکش ودِل آویز زیور معلوم ہو۔ جب مطالعہ اور ممکنہ مآخذ سے استفادہ کا مرحلہ ختم ہو جائے تو پھر ہر باب سے متعلق فائیل اٹھا کر اندرونی خاکہ بنائیں اور اس کے مطابق باب مرتب کریں۔ فائیل کو قابو میں کرنے کیلئے مختلف کتابوں سے لیے گئے مواد کی ذہنی طرف ذیلی عنوانات لکھتے جائیں اور پوری فائیل کے صفحات پر نمبر شمار ڈالیں۔ پھر وہ عنوانات مع صفحات غیر مرتب لکھ لیں۔ اس کے بعد ان عنوانات کو مرتب کریں' خاکہ تیار ہو گیا۔ پھر خاکہ کے مطابق تسوید کریں۔ اب اس باب کو لکھنا شروع کریں۔ اس طرح پہلا مسودہ تیار ہو جائے گا۔ پھر کانٹ چھانٹ کر کے مبیضہ تیار کریں، اس طرح تمام ابواب تیار کریں۔ مقالے کے ابواب کو متوازن رکھیں۔ البتہ بنیادی باب طویل ہو جائے تو حرج نہیں۔ ہر قول کا مفصل حوالہ حاشیے میں دیں یعنی پہلے مصنف کا نام، پھر تصنیف' مقام طباعت' سنہ طباعت' جلد اور صفحہ۔ یہ ایک تکنیکی کام ہے اور صبر آزما مگر ہمت بلند ہو تو کوئی چیز مشکل نہیں۔ سیاہ روشنائی استعمال کی جائے تو بہتر ہے۔

وہ محققین جنہیں کمپیوٹر استعمال کرنا آتا ہے وہ مذکورہ تمام اُمور کو براہِ کمپیوٹر پر کریں تو کافی وقت بچا سکیں گے۔ وہ فائیلوں کے بجائے کمپیوٹر میں الگ الگ فولڈر میں ہر باب سے متعلق مواد لکھ سکتے ہیں۔ البتہ اس میں یہ احتیاط انتہائی ضروری ہے کہ جمع شدہ اور کمپیوٹر میں کمپوز شدہ مواد کو کسی دوسری جگہ یعنی فلاپی ڈسک، فلیش ڈرائیو، دوسری ہارڈ ڈسک یا سی ڈی میں ساتھ ساتھ محفوظ کر لیا کریں ورنہ بعض اوقات سارے کا سارا مواد آن کی آن میں ضائع ہو جاتا ہے اور نئے سرے سے محنت کرنی پڑتی ہے۔ ذہنی کوفت اور دُکھ کے ساتھ ساتھ محقق کے بیمار ہو جانے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔

کمپوزنگ کے دوران بھی ساتھ ساتھ Save کرتے جانا چاہیے۔ بعض اوقات بجلی چلے جانے یا کمپیوٹر کی کسی تار کے ہل جانے سے کمپیوٹر آف ہو جاتا ہے اور جتنا لکھا تھا سارا اُڑ جاتا ہے۔ اگر چہ بعض اوقات MS word کمپوز شدہ مواد کو واپس لا دیتا ہے مگر بعض اوقات ایسا نہیں ہوتا۔ اس لئے احتیاط بہت ضروری ہوتی ہے۔

مقدمہ:

ہر تحقیقی مقالہ کے ابواب کے شروع میں ایک مقدمہ بھی لکھا جاتا ہے جس میں موضوع کی اہمیت، سببِ اختیار، مقالہ کا تعارف، بحث وتحقیق کا طریقہ وغیرہ ذکر کیے جاتے ہیں۔ کسی شخصیت پر مقالہ کے مقدمہ میں اس کے تاریخی، سیاسی، مذہبی، علمی وادبی پس منظر پر ضرور روشنی ڈالنی چاہیے بلکہ اس کے لیے مستقل ایک باب بھی باندھا جا سکتا ہے۔

اختصار وجامعیت:

مختلف ابواب کو لکھنے کے دوران اختصار اور جامعیت کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور تکرار سے احتراز کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اپنے نقطہ نظر کے حق میں حقائق وشواہد پیش کرنا چاہیے۔ غیر ضروری تفصیلات سے اعراض کریں۔ اگر دوران تحقیق دوسرے تحقیق طلب موضوعات سامنے آئیں تو ان کی نشاندہی کرنی چاہیے۔ مرحوم شخصیات کی سنین وفات (ہجری وعیسوی) ضرور تحریر کریں۔

اصل اور ثانوی درجے کے مآخذ:

ثانوی مآخذ سے جہاں تک ممکن ہو اِستفادہ نہ کیا جائے۔ اصل مآخذ سے استفادہ کریں یعنی مصنف کی تصانیف، ان کے خُلفاء وتلامذہ کی تصانیف۔ معاصر رسائل واخبارات وغیرہ، ثانوی مآخذ سے حتی

الوسع گریز کریں۔ اکثر ثانوی درجے کی کتابوں، رسالوں اور مجلّات میں بالعموم غلطیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے اصل سے نقل کرنا مناسب ہوتا ہے۔ بعض تصنیفات حقیقی مصنف کی بجائے کسی غیر کے نام پر شائع کی جاتی ہیں۔ محقق کو اس دھوکہ میں آنے سے محتاط رہنا چاہیے اور اصل مسودات کی طرف رجوع کرنا چاہیے یا کم از کم مصنف کے عہد کی مطبوعہ کاپیوں کو دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔

تحریفات اور خیانتیں:

بعض ناشرین مخالف مکتبہ فکر کی کتابوں میں تحریفات کر کے شائع کر دیتے ہیں۔ ایک محقق کو ایسی خیانتوں سے آگاہ رہنا چاہیے۔ اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو حوالہ نقل کیا ہے اُسے اُس کتاب کے کسی دوسری جگہ کے طبع میں بھی دیکھ لینا چاہیے۔ کسی بھی غیر مسلم مصنف کے نظریات کو من وعن تسلیم نہیں کر لینا چاہیے بلکہ انہیں قرآن وسنت کی روشنی میں پرکھ لینا چاہیے۔

یکسوئی اور گوشہ نشینی:

تحقیقی اور ادبی کاموں کے لیے یکسوئی بہت ضروری ہے۔ اسلئے تحقیق کے دوران ایسے کاموں سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے ذہن کسی اُلجھن کا شکار ہوتا ہے۔ علمی کام گوشہ میں بیٹھ کر ہی کیا جاسکتا ہے اور ایسے کام کے لئے بہت سی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔

تخریج حوالہ کی اہمیت:

مقالے میں تخریج کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ کام بڑی محنت اور دیدہ ریزی کا ہے ایک حوالہ نکالنے میں جتنی محنت کرنا پڑتی ہے قاری کو اس کا اندازہ نہیں۔ محنت کرنے والا ہی جانتا ہے۔ اس میں جو محنت کی جاتی ہے وہ قابل تحسین ہے اور محقق کو لوگ داد اور دعاؤں سے نوازتے ہیں۔ اس سے مقالہ کی قیمت اور وزن میں یقیناً اضافہ ہوتا ہے اور محقق کی دقت نظر کا ثبوت ملتا ہے۔ دوسروں کے لیے یہ کام بہت معاوِن ثابت ہوتا ہے۔

حوالہ لکھنے کا طریقہ:

مقالہ میں حوالہ اور آخذ و مراجع درج کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک فائیل آخذ و مراجع کا الگ بنائیں، جو کتاب مطالعہ کریں اس کی پوری تفصیلات لکھ کر اس فائیل میں ڈال دیں یعنی مصنف کا نام، تصنیف، مقام طباعت، سنہ طباعت، صفحات، ایڈیشن، ناشر وغیرہ۔ کتب و رسائل اور اخبارات کے پورے حوالے دیں۔ اگر مُخفّفات استعمال کرنا چاہیں تو کوئی حرج نہیں۔ ہر باب کے آخر میں اس کے حوالے درج کر دیں یا ہر صفحہ کے نیچے حاشیہ میں یا جس طرح صدر شعبہ کہیں۔ یونیورسٹی میں جو انداز پسندیدہ ہو وہی اختیار کریں۔ جس مقالے کے آخر میں کتابیات شامل ہو اس میں مختصر حوالہ کافی ہے یعنی مصنف، تصنیف اور صفحہ۔ اُسی مصنف کی وہی کتاب آرہی ہے تو صرف تصنیف وصفحہ وجلد لکھیں۔

حوالہ میں عموماً سب سے پہلے مصنف، مؤلف، مرتب، ایڈیٹر زیا مدیران کے نام لکھے جاتے ہیں۔ ان میں سے جن ناموں کے ساتھ القابات ہوں انہیں لکھنے کا ایک خاص طریقہ ہے۔ مولانا' سید' مفتی' ڈاکٹر وغیرہ اصل نام کے بعد کاما (Comma) لگا کر لکھیں مثلاً

(۱) غلام مصطفیٰ خاں' پروفیسر ڈاکٹر

(۲) ریاست علی قادری' سید

(۳) رحمان علی' مولانا

(۴) محمود احمد رضوی' مفتی

مقالے میں سوانحی خاکوں کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ آج کل کتابوں میں مصنف کے احوال شامل کیے جاتے ہیں۔ اس سے مستقبل کے محققین کو خاص فائدہ ہوتا ہے۔

ٹرانسلٹریشن کے اصول وضوابط:

ترجمہ یا مقالہ انگریزی زبان میں لکھنا ہو تو اس میں عربی نام اور

خاص اصطلاحات کو لکھنے کے لیے خاص بین الاقوامی اُصول وضوابط ہیں۔ انگریزی کتاب میں ''ع'' ظاہر کی جائے تو الٹا کاما (') لگاتے ہیں اور جب ہمزہ (ء) ظاہر کیا جائے تو سیدھا کاما (') لگاتے ہیں۔ اس کے علاوہ حرف ث کے لیے (th)۔ خ کے لیے (kh)، ذ کے لیے (dh)، ش کے لیے (sh)، ص کے لیے (s)، ض کے لیے (d یا z)، ظ کے لیے (z) کو اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ مستشرقین کا متعین کردہ ہے۔ اگر اس کے خلاف لکھا گیا تو ان کے لیے عربی الفاظ یا عبارات کا سمجھنا ناممکن ہوگا۔

اعلیٰ حضرت کے نام کے لفظ ''رضا'' کے متعلق یہ ہے کہ یہ انگریزی میں دیسی قارئین کے لئے ''رضا'' Raza ہی لکھا جاتا ہے۔ البتہ ولایتی قارئین کے لیے ''رضا'' Rida لکھا جاتا ہے۔ محترم ڈاکٹر مسعود احمد زید مجدہٗ نے امام احمد رضا پر اپنے انگریزی مقالے میں یہی ہجا اختیار کی ہے۔

مآخذ ومراجع اور فہارس:

مقالہ یا تھیسس کے آخر میں مآخذ ومراجع اور فہارس کو شامل کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے درج ذیل باتوں کو مدِ نظر رکھنا چاہیے۔

۱۔ عربی، فارسی، اردو کتابوں کو الگ الگ مرتب کریں اور رسائل واخبارات الگ۔

۲۔ تصانیف حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیں، مسلسل نقل فرمائیں اور تصانیف جس حرف سے متعلق ہوں وہ بطور عنوان جلی قلم سے لکھیں۔ بعض لوگ حرف کا عنوان قائم نہیں کرتے ہیں لیکن تمام مراجع و مصادر حروف تہجی کے اعتبار سے لکھ جاتے ہیں۔

۳۔ موضوع سے متعلق مصنف کی کوئی نادر تحریر نظر آئے تو اس کا عکس ضرور شامل کریں۔ اس سے مقالے کا وقار بلند ہو جائے گا۔

۴۔ اشاریہ آیات، اشاریہ احادیث، اشاریہ بلاد، اشاریہ رِجال، اشاریۂ اماکن، فہرسِ مکاتیب باعتبار تاریخ وسنین۔

۵۔ فہرسِ مکاتیب باعتبار رجال (مکتوب الیہم)،

۶۔ مآخذ ومراجع/کتابیات۔ اگر مآخذ ومراجع میں سے کوئی حوالے حذف کیے ہوں تو وہاں خلا نہیں رہنے دینا چاہیے۔

کمپوزنگ اور تصحیحِ اغلاط کا مرحلہ:

بعض کاتب تحقیقی مقالات کی کمپوزنگ کے عادی نہیں ہوتے۔ ان کی عدم تجربہ کاری کے باعث فاحش غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض ساری بحث کا مفہوم بدل دیتی ہیں۔ مقالے کو ان سے پاک ہونا چاہیے۔ کبھی کبھی تو صرف ایک نقطے کا اضافہ مفہوم بدل دیتا ہے۔ مثلاً اگر اصل میں 'نہیں' تھا مگر اسے 'تھیں' لکھ دیا تو جس چیز کی نفی کی تھی اسی کا اِثبات ہو گیا۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ کاتب نے ایک بار تصحیح کر دی تو طباعت سے پہلے دوبارہ خود اچھی طرح چیک کرنا چاہیے۔ مطبوعات میں اکثر غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ مَتون (Text) کی صحت کتاب کی خوبصورتی سے زیادہ اہم ہے، یہ بات عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔

آخری اہم بات:

جس نے وقت کی قدر کی، وقت نے اس کی قدر کی۔ جس نے وقت کو ضائع کیا، وقت نے اس کو ضائع کیا۔ اہل سنت سے متعلق تحقیقی مقالہ نگاروں کو اس وقت انگریزی اور عربی لٹریچر کی زیادہ ضرورت ہے۔

نوٹ: یہ مضمون بنیادی طور پر مکتوباتِ مسعودی سے ماخوذ ہے حتیٰ کہ اس کے اکثر جملے بھی وہیں سے لیے گئے ہیں۔ راقم کا حصہ صرف جمع وترتیب ہے۔ ربط کے لیے کہیں کہیں باتیں راقم کی ضرور اس میں ہیں۔

اپنے دیس ۔۔۔۔ بنگلہ دیس میں

فروغِ رضویات کا سفر

۲۳/ویں قسط

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

ہمیں بتایا گیا کہ اس کی توسیع کی پلاننگ کرلی گئی ہے۔ ان شاء اللہ جب فقیر دوبارہ حاضر ہوگا تو اسے وسیع تر پائے گا۔ باہر بارش کا سماں جاری تھا۔ شدید بارش کے باوجود ہال حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ مولانا ادریس رضوی بڑی شفقت سے پیش آئے۔ اس مختصر ملاقات میں بھی فقیر کے ساتھ بزرگوں کی شفقت و محبت کے اظہار کے طور طریقے برتے۔ تمام احباب نیچے راقم کو الوداع کہنے سڑک تک آئے۔

رات تقریباً آٹھ بجے تک گھر پہونچے۔ رات کے پُرتکلف کھانے کے بعد نمازِ عشاء پڑھی گئی۔ پھر الوداعی ملاقات کے لئے امام اہلِ سنت بنگلہ دیش علامہ مولانا نورالاسلام ہاشمی مدظلہ العالی کے دولت کدے پر حاضر ہوئے۔ حضرت نے یہاں بھی دعوتِ شیراز کا انتظام کیا ہوا تھا، کھانے کی مختلف ڈشیں اور موسم کے تمام پھل موجود تھے۔ حضرت نے فقیر کا غوثیہ کانفرنس میں شرکت کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ ''شایانِ شان انتظام نہ کرسکے، تکلیف اور کوتاہیوں کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔'' پھر رخصت کرتے وقت اخلاقِ کریمانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے تحفہ تحائف سے نوازا۔ یہی حسنِ سلوک علامہ ارشاد بخاری کے ساتھ کیا۔ ہم وہاں سے رخصت ہوکر مفتی صاحب قبلہ کے گھر آگئے اور اپنا سامان پیک کرنا شروع کردیا۔ چونکہ صبح نمازِ فجر کے بعد فوراً ریلوے اسٹیشن پہنچنا تھا۔ فاسٹ ٹریک ٹرین ''شوبرنا ایکسپریس'' صبح ۷ بجے چٹا گانگ سے روانہ ہوتی ہے۔ گنتی کے چند اسٹیشنوں پر رکتی ہوئی ایک بجے دن ڈھاکہ پہنچتی ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ شدید بارش کی وجہ سے اکثر کئی کئی روز جہاز چٹا گانگ ائیرپورٹ پر لینڈ نہیں کرسکتا اس لئے ہم آپ کو جہاز سے نہیں بھیج رہے۔ مفتی صاحب قبلہ اوپر کی منزل میں فقیر کے کمرے ہی میں آگئے اور بات بات پر ان کی آنکھوں میں آنسو آرہے تھے۔ فقیر کی ان سے بمشکل ایک ہفتہ ملاقات رہی، اس سے قبل کبھی ملاقات بلکہ تعارف بھی نہ تھا۔ لیکن آج ایسا محسوس ہورہا تھا کہ دو سگے بھائی جدا ہورہے ہیں اور اب نہ معلوم کب ملیں گے۔ یہی حال مفتی صاحب کے تمام صاحبزادگان مولانا شاہد الرحمٰن صاحب، مولانا صادق الرحمٰن صاحب، مولانا عاشق الرحمٰن، مولانا حافظ ساجد الرحمٰن صاحب اور داماد انیس الزمان صاحب کا تھا۔ رات دیر تک ہم محوِ گفتگو رہے۔ آخر کار فقیر نے قبلہ مفتی امین الاسلام صاحب سے کہا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، آپ جاکر آرام فرمائیں اور صبح دروازے ہی سے رخصت فرمادیں، آپ کو اسٹیشن تک جانے کی ضرورت نہیں۔ قبلہ مفتی صاحب فقیر سے گلے مل کر رونے لگے اور بار بار فرماتے رہے کہ ''آپ کے شایانِ شان ہم کچھ نہ کرسکے، گھر کے قیام میں آپ کو تکلیف بھی ہوئی ہوگی، آپ ہمیں معاف فرمادیں''۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مفتی صاحب نے بڑے قیمتی تحائف سے نوازا تھا۔ راقم بھی ان کی اس محبت و شفقت اور اپنائیت پر آبدیدہ ہوگیا۔ راقم نے کہا ''فقیر یہاں گھر کے ایک فرد کی طرح رہا، کسی قسم کی تکلیف کا احساس تک نہ ہوا۔ آپ کے صاحبزادگان خصوصاً مولانا شاہد الرحمٰن صاحب اور مولانا عاشق الرحمٰن صاحب نے بہت ہی خیال رکھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے اس دولت کدے اور صاحبزادگان کو تاصبحِ قیامت شاد و آباد رکھے۔ اب آپ آرام فرمائیں، صبح ہمیں یہیں سے رخصت فرمائیں، آپ کے صاحبزادگان ریلوے اسٹیشن تک پہنچا دیں گے''۔ مفتی صاحب کے جانے کے بعد مولانا ارشاد بخاری بھی اپنے کمرے میں چلے گئے۔ مفتی صاحب کے صاحبزادگان بھی چلے گئے مگر مولانا عاشق الرحمٰن صاحب

یہیں بیٹھے رہے۔ بہت غم گین تھے۔ فقیر نے سمجھا بجھا کر انہیں بھیجا کہ صبح آپ کو اسٹیشن تک چلنا ہے، چند گھنٹے تو آرام فرمالیں۔ ان کے جانے کے بعد فقیر لیٹا لیکن رات بھر نیند نہ آئی، کروٹیں بدلتا رہا۔ مفتی صاحب قبلہ کے پورے گھرانے سے دل اس قدر مانوس ہوگیا تھا کہ اب یہاں سے جدائی بہت شاق گذر رہی تھی اور دل میں بار بار یہ خیالات آرہے تھے کہ نہ جانے کب ان اہلِ دل اور اہلِ محبت حضرات سے ملاقات ہوگی۔ دعا کرتا رہا کہ بارے الٰہ تیرے خزانے میں کمی نہیں، تیری قدرت و رحمت بڑی ہے، کوئی ایسی صورت ہو کہ ان حضرات سے کم از کم ہر سال ملاقات ہوتی رہے۔ تو کارساز ہے۔ تیرے رسولِ مکرم ﷺ کو اپنے غلاموں کا مشقت میں پڑنا گوارہ نہیں، ان کے کرم پہ بھروسہ ہے تجھ سے دعا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے آنکھ لگی پھر کھل گئی، سفر بھی سر پر سوار تھا، کچھ پڑھتے پڑھاتے فجر کی اذان ہوگئی۔ اول وقت میں نماز پڑھ کر نہا دھو کر کپڑے بدلے اور تیار ہوگیا۔ بخاری صاحب کو بھی جگا دیا تھا، وہ بھی تیار ہوکر کمرے میں آگئے۔ مفتی صاحب قبلہ بھی آگئے اور ان کی آنکھوں سے لگ رہا تھا کہ وہ بھی رات بھر نہیں سو سکے۔ مولانا عاشق الرحمٰن اور مولانا شاہد الرحمٰن صاحب بھی آگئے اور اتنی صبح چائے ناشتہ وغیرہ بھی لے آئے۔

مفتی صاحب نے اپنی پجارو کار میں ہمارا سامان رکھوایا، مولانا شاہد الرحمٰن صاحب، مولانا حافظ ساجد الرحمٰن صاحب، مولانا عاشق الرحمٰن صاحب اور مولانا ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری صاحب ساتھ بیٹھے۔ مفتی صاحب قبلہ گاڑی تک چھوڑنے آئے وہ ضد کر رہے تھے کہ وہ بھی اسٹیشن تک الوداع کہنے جائیں گے۔ فقیر کی درخواست پر رک گئے۔ گلے مل کر رخصت کیا۔ روتے ہوئے فرمایا کہ ''غوثیہ کانفرنس میں بہت سے علماء و مشائخ اور زعماء پاکستان سے شرکت کے لئے تشریف لائے لیکن مجھے اور میرے بچوں کو آپ سے جو محبت، انسیت اور لگاؤ ہوگیا ہے وہ میں بیان نہیں کرسکتا۔'' اللہ تعالیٰ اس ''الحبّ للہ'' کی جزاء حضرت مفتی صاحب اور ان کے صاحبزادگان کو عطا فرمائے۔ آمین۔ اسٹیشن پہنچے تو ٹرین پلیٹ فارم پر تیار کھڑی تھی، مولانا ساجد الرحمٰن ہاشمی صاحب کے پاس ٹکٹ تھا، انہوں نے ڈبہ تلاش کرکے پہلے راقم کو ایئرکنڈیشن سٹنگ ڈبے میں بٹھایا، پھر خود اور ان کے دیگر بھائیوں نے سامان ٹرین کے اندر رکھا اور ٹرین کے اندر آگئے تاکہ جب تک یہ چلتی نہیں کچھ گفتگو کرلیں۔ اتنے میں دیکھا کہ مفتی امین الاسلام ہاشمی صاحب قبلہ بھی پلیٹ فارم پر چلے آرہے ہیں، فقیر ان سے ملنے نیچے اترا تو انہوں نے فرمایا کہ دل نہیں مان رہا تھا، اس لئے چلا آیا۔ مولانا بدیع العالم رضوی، مولانا اسماعیل رضوی، مولانا نظام الدین، عبدالواحد میمن اور چند دیگر حضرات بھی ریلوے اسٹیشن الوداع کہنے کے لئے پہنچ گئے تھے۔ سب احباب فقیر کے ڈبّے میں آگئے تھے۔ مولانا ڈاکٹر ارشاد احمد بخاری کی جگہ راقم سے کچھ دور تھی۔ مفتی امین الاسلام صاحب جتنی دیر ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر رہے، روتے رہے۔ ہارٹ کی تکلیف کی وجہ سے گاڑی میں چڑھ کر اندر نہیں آئے، ہماری کھڑکی کے پاس پلیٹ فارم پر کھڑے رہے۔ مولانا شاہد الرحمٰن اور مولانا ساجد الرحمٰن صاحب نے کھانے پینے کی بہت سی اشیاء ساتھ کردی تھیں کہ راستے میں کام آئیں گی۔ فقیر کی پوتیوں، روحہ فاطمہ قادریہ اور سارہ فاطمہ قادریہ کے لئے بھی ڈھیر سارے تحفے، ٹافیاں اور چپس وغیرہ کے پیکٹ دیئے تھے، عبدالوحید صاحب میمن بھی منرل واٹر کی بوتلیں لے کر آئے تھے۔ مولانا شاہد الرحمٰن صاحب نے گاڑی کی روانگی کا وقت قریب ہونے پر سب کو تلقین کی کہ اب سب لوگ اتر جائیں، ٹرین روانہ ہونے والی ہے لیکن خود وہ اور عبدالوحید صاحب سب سے آخر میں چلتی ٹرین سے اترے۔ الوداع کے لئے فقیر ڈبہ کے دروازے پر آکھڑا ہوگیا۔ سب کو ہاتھ ہلا ہلا کر الوداع کیا، سب الوداع کہنے والوں کی آنکھوں میں آنسو تھے، راقم اور علامہ بخاری کی بھی آنکھیں پُرنم تھیں، لیکن دل پرسکون اور مسرور تھا کہ مشنِ رضا کے مخلص اور نیک لوگوں سے رابطہ ہوگیا اور یہ رابطہ ان شاء اللہ روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہے گا ۔

شبِ فراق کو یادش بخیر اے خوشتر
بنالیا ہے بہت راحت آفریں میں نے

چٹاگانگ، مشرقی پاکستان کی ریلوے (EPR) کا ہیڈکوارٹرز ہوا کرتا تھا، آج بھی بنگلہ دیش کی ریلوے کا ہیڈکوارٹرز ہے۔ ریلوے ہیڈکوارٹرز کی سرخ خوبصورت عمارات انگریزوں کے زمانے کی بنی ہوئی ہیں۔ زیادہ تر عمارات پہاڑی پر بنی ہوئی ہیں البتہ چٹاگانگ ریلوے اسٹیشن کی اب نئی عمارت بن گئی ہے۔ پرانی عمارت سرخ اینٹوں کی بنی ہوئی ہے اور نہایت خوبصورت ہے، اسے عوام کی زیارت کے لئے نہ صرف بند کردیا گیا ہے بلکہ اب اس کی توڑ پھوڑ شروع کردی گئی ہے۔ ہماری ٹرین جب ادھر سے گذری تو علامہ ارشاد بخاری نے فقیر کو متوجہ کیا کہ دیکھئے اتنی خوبصورت عمارت کو محفوظ رکھنے کی بجائے اس کی توڑ پھوڑ شروع کردی گئی ہے۔ مزدور اس کی چھت پہ چڑھ کر چھت اتارنے میں لگے ہوئے تھے۔ ٹرین پہاڑتلی اور ٹائیگر پاس کی پہاڑیوں کے پاس سے گذری، پہاڑی پر ریلوے آفیسرز کے کوارٹر، بنگلے اور دفاتر ہیں جبکہ ایک طرف اترائی میں ریلوے ہائی اسکول کی شاندار عمارت ہے جو مشرقی پاکستان کے دور میں سردار بہادر اردو ہائی اسکول کہلاتا تھا، اردو تو اب وہاں سے دیس نکالا ہوگئی، اس کا نام بھی بدل دیا ہوگا۔ اتفاق ہے کہ جب ہم ریلوے اسٹیشن پہنچے تو بارش رکی ہوئی تھی لیکن ٹرین کے روانہ ہوتے ہی بارش شروع ہوگئی۔ داہنی طرف تاحدِ نگاہ ہری بھری پہاڑیوں کا سلسلہ تھا یہ آگے مشرق میں جاکر اگرتلہ اور آسام کے پہاڑی سلسلہ سے جاملتا ہے، جو کوہِ ہمالیہ ہی کی ایک شاخ ہے۔ شمال میں یہ پہاڑی سلسلہ آسام سے ہوتا ہوا برما پھر چائنا اور تھائی لینڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ مشہور چکمہ قبیلہ چٹاگانگ کے شمال میں اسی پہاڑی سلسلہ میں آباد ہے۔ یہ چکمہ قبیلہ بہت دنوں تک ہندوستان کی شہ پر پاکستان بننے کے بعد ہی سے آزادی کی جدوجہد کی جنگ کرتا رہا ہے اور اب بھی بنگلہ دیش میں تخریب کاری میں مشغول ہے۔

ریلوے لائن کے دائیں جانب خوبصورت سرسبز پہاڑیوں کا سلسلہ دور تک چلا جاتا ہے اور بائیں جناب سرسبز و شاداب ہرے بھرے لہلہاتے کھیتوں کا سلسلہ نگاہوں کے لئے حسین و جمیل منظر پیش کرتا ہے، لیکن برسات کے موسم میں یہ میدانی حصہ سیلابی پانی کی وجہ سے ایک وسیع و عریض دریا میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ بنگلہ دیش کے شہر کوملا تک یہ پہاڑی سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔ ٹرین پھر میدانی علاقہ میں داخل ہوتی ہے۔ موسلادھار بارش اور سیلابی پانی سے تمام دریا کناروں سے ابل کر کھیتوں اور کھلیانوں میں پھیل گئے تھے۔ تاحدِ نگاہ سمندر کا سا سماں تھا، گاؤں کے گاؤں ڈوبے ہوئے نظر آرہے تھے۔ اللہ کا کرم تھا کہ ریلوے لائن محفوظ تھی۔

فقیر اور ڈاکٹر ارشاد بخاری صاحب راستے بھر چٹاگانگ کے اربابِ محبت کا ذکر کرتے رہے اور ان کے حسنِ سلوک اور مسلک سے ان کی محبت کو یاد کرکے ان کے لئے دعائیہ کلمات کہتے رہے۔

ادھر ٹرین روانہ ہونے سے قبل علامہ بخاری صاحب نے ڈھاکہ میں اپنے بھانجے سید منور حسن صاحب کو فون کردیا تھا کہ وہ ڈھاکہ اسٹیشن پر ''شوبرنا ایکسپریس'' پہنچنے کے وقت مع گاڑی موجود ہوں تاکہ ہم لوگوں کو ٹرین سے سامان اتارنے میں آسانی ہو اور فوری طور پر فقیر کا سامانِ سفر ان کے دوست حافظ خلیل الرحمٰن صاحب کی قیام گاہ، واقع ناظم الدین روڈ، نزد ڈھاکہ جیل پر رکھ کر اگلے سفر دیناجپور کے لئے جلد روانہ ہونے میں آسانی ہو۔

سید منور حسن صاحب ڈھاکہ میڈیکل کالج کے سال سوم کے طالبعلم ہیں۔ حافظ خلیل الرحمٰن صاحب، علامہ بخاری صاحب کے پرانے مقتدی ہیں۔ آج سے دس برس قبل جب ڈاکٹر ارشاد بخاری صاحب ناظم الدین روڈ جیل کے ساتھ والی مسجد میں جمعہ کی امامت اور خطابت (فی سبیل اللہ) فرمایا کرتے تھے، حافظ خلیل الرحمٰن اسی مسجد میں نمازِ جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ علامہ بخاری صاحب کے طرزِ خطابت اور وعظ و نصیحت اور حسنِ قرأت سے وہ بہت متاثر ہوئے اور آج تک ان سے عقیدت و محبت کا رشتہ استوار رکھے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر بخاری صاحب جب بھی ڈھاکہ آتے ہیں تو انہی کے یہاں قیام کرتے ہیں، موصوف نے ایک کمرہ ان کے لئے مہمان خانہ کے طور پر مخصوص کر رکھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے بھانجے صاحب کو یہ بھی ہدایت کردی تھی

کہ جو بھی پہلی ایئر کنڈیشن بس دیناجپور کے لئے ملے اس میں ہم دونوں کے لئے اگلی صفوں کے دو ٹکٹ خرید رکھیں تاکہ وقت ضائع کئے بغیر ہم اس چھ گھنٹے کے لمبے سفر پر روانہ ہوسکیں۔ علامہ بخاری صاحب نے دورانِ سفر ٹرین تقریباً ۱۰ ربجے دن کے قریب ایک بار اپنے بھانجے سے اپنے موبائل پر رابطہ کرکے اطمینان کیا کہ آیا وہ تمام ہدایات پوری طرح سمجھ چکے ہیں اور کسی قسم کا مواصلاتی فاصلہ تو نہیں رہ گیا ہے۔ تقریباً ساڑھے دس بجے جناب بخاری صاحب نے فقیر سے فرمایا کہ ہم لوگ یوں تو مسلسل ۸ ردنوں سے رات کی محافل میں شرکت کی بناء پر پوری طرح نیند نہیں لے پائے ہیں اور کل رات تو ہم دونوں بالکل نہیں سو سکے لہٰذا ابھی ڈھاکہ اسٹیشن آنے میں تقریباً ڈھائی گھنٹے ہیں تو کیوں نہ ہم لوگ سیٹوں کو ذرا پھیلا کر کچھ دیر آنکھیں بند کرکے لیٹ رہیں۔ مولانا بخاری تو اس تجویز کے بعد منٹوں میں خوابوں کی دنیا میں پہنچ گئے لیکن میں بمشکل آدھ گھنٹہ/ بیس منٹ بعد پھر کرسی (سیٹ) سیدھی کرکے بیٹھ گیا اور چلتی ٹرین سے باہر کے مناظر سے لطف اندوز ہونے لگا لیکن بعض مناظر ایسے نظر آئے جن سے قلب کو بڑی تکلیف پہونچی۔ ایک تو پورے راستے سیلاب کی تباہ کاریاں، دوسرے جگہ جگہ غربت کے آثار۔ ریلوے اسٹیشنوں کے پلیٹ فارم اور اس کے داخلے کے گیٹ کے باہر شیڈ میں بے شمار غریب غرباء، مرد و عورت، بچے، بوڑھے لیٹے، بیٹھے اور سوتے نظر آئے گویا کہ ریلوے اسٹیشن پناہ گزیں کیمپ بنے ہوئے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ سب غیر مسافر ہیں۔ ان کی وجہ سے صفائی ستھرائی کا نظام بھی معطل نظر آرہا تھا، جگہ جگہ گندگی اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیر تھے، بھکاریوں کی بہتات تھی۔

ڈھاکہ کے مضافات آنے سے پہلے علامہ بخاری صاحب کو راقم نے بیدار کردیا تھا۔ ڈھاکہ شہر کے چاروں طرف میلوں تک پانی ہی پانی نظر آرہا تھا ایسا دکھائی پڑتا تھا کہ ہم کسی جزیرہ میں سفر کررہے ہیں۔ ڈھاکہ کا یہ ریلوے اسٹیشن نیا ہے۔ پرانا اسٹیشن راقم نے چالیس سال قبل دیکھا تھا وہ بہت چھوٹا تھا۔ چٹاگانگ اور ڈھاکہ کے ریلوے اسٹیشن کی عمارت اور ڈیزائن ملتے جلتے ہیں۔ اس کی پلاننگ صدر ایوب خاں کے دور کی ہے۔ ٹرین جب اسٹیشن میں داخل ہونے لگی تو علامہ ارشاد بخاری صاحب دروازے پر جا کھڑے ہوئے۔ پلیٹ فارم پر ان کے بھانجے سید منور حسن نظر آگئے۔ تقریباً پونے ایک بجے، ۶ رگھنٹے کا سفر طے کرکے ہم ڈھاکہ ریلوے اسٹیشن پہونچے۔ مصافحہ اور معانقہ کے بعد علامہ بخاری نے سید منور حسن صاحب سے ناچیز کا احسن طریقہ پر تعارف کرایا۔ انہوں نے اپنے بھانجے کے متعلق بتایا کہ ماشاء اللہ یہ بہت ذہین ہیں۔ ان کو ڈھاکہ میڈیکل کالج سے اسکالر شپ ملی ہے۔ سید منور حسن صاحب اور علامہ بخاری نے سامان وغیرہ پلیٹ فارم پر اتارا۔ قلی بہت زیادہ پیسے مانگ رہا تھا، بخاری صاحب نے فرمایا، ہم دونوں (ماموں، بھانجے) اٹھالیں گے۔ فقیر کو انہوں نے کوئی سامان اٹھانے نہیں دیا۔ راقم نے زبردستی ایک ایئر بیگ جس میں کتابیں وغیرہ تھیں اور ایک آدھ چھوٹا سامان ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ سید منور حسن صاحب کار لے کر آئے تھے۔ ہم سامان وغیرہ گاڑی میں ڈال کر ناظم الدین روڈ پر حافظ خلیل الرحمٰن صاحب کے مکان پر پہنچے۔ مکان کیا، یہ ایک فلیٹ ہے اور دوسری منزل پر واقع ہے۔ حافظ صاحب بہت اخلاق اور محبت سے پیش آئے، مہمان خانے میں لے گئے۔ اس کی کھڑکیاں ناظم الدین روڈ پر کھلتی ہیں۔ یہ شارع بہت تنگ ہے اور جیل خانہ اور تھوک بازار (ہول سیل مارکیٹ) مولوی بازار قریب ہونے کی وجہ سے، بہت مڑدھم ہے، اس پر سائیکل رکشا کی بہتات نے کار اور ٹیکسی کی آمد و رفت کو بہت مشکل بنادیا ہے۔

ہم لوگوں نے نہا دھوکر کپڑے بدلے، نمازِ ظہر پڑھی، حافظ صاحب نے نہایت پُر تکلف کھانے کا انتظام کیا ہوا تھا، ان کے صاحبزادے (نام ذہن میں نہیں) میزبانی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ بڑے ملنسار اور سعادت مند نظر آئے۔ کھانے کے بعد سید منور حسن صاحب نے بتایا کہ رنگپور کے لئے ایئر کنڈیشن بس کوچ صبح، دوپہر اور شام کو جاتی ہے۔ دوپہر میں آپ جا نہیں سکتے تھے، شام والی میں سیٹ نہیں ہے۔ رات ۹/۱۰ ربجے کی بغیر ایئر کنڈیشن بس میں جگہ مل

جائے گی بشرطیکہ ابھی ریزرویشن کرالیا جائے۔ لہٰذا وہ سیٹ بک کرانے چلے گئے۔ حافظ خلیل الرحمٰن صاحب اور علامہ بخاری صاحب نے فقیر کو مشورہ دیا کہ سفر کی تھکان اور رات بھر کی جگائی کی وجہ سے ضروری ہے کہ ہم اس وقت تھوڑا سو لیں۔ چونکہ آگے بھی رات بھر کا تقریباً سات/آٹھ گھنٹے بس کا سفر ہے لہٰذا ہم لوگ آرام کے لئے لیٹ گئے، عصر کی اذان پر آنکھ کھلی۔ اس دوران دو حضرات تشریف لے آئے جو صاحبِ خانہ حافظ صاحب کے پرانے دوست تھے اور ان دونوں حضرات اور حافظ خلیل الرحمٰن صاحب نے ایک ہی استاد سے ایک ساتھ تحفیظِ قرآن کی سعادت حاصل کی تھی۔ ان دونوں احباب کا حافظ صاحب نے راقم اور ڈاکٹر ارشاد صاحب سے تعارف کرایا۔ جب انہیں پتا چلا کہ فقیر کراچی سے آیا ہے تو انہوں نے یہاں کے چند علماء کے نام لئے اور ان کے علم و فضل اور وعظ و خطابت کی بڑی تعریف کی۔ جب راقم نے ان کو بتایا کہ مذکورہ علماء کا اہلِ سنت سے تعلق نہیں ہے بلکہ وہابی عقائد سے تعلق رکھتے ہیں اور پھر ان کے علماء کے بعض بزرگوں کی بارگاہِ الٰہی اور بارگاہِ رسالت میں لکھی گئی گستاخانہ عبارات سنائیں تو دونوں صاحبان کو یقین نہیں آیا کہ وہ ایسا لکھ سکتے ہیں۔ علامہ بخاری نے بنگالی زبان میں نہایت سہولت، حکمت اور مدلل طریقہ پر ان گستاخانہ عبارات کے معنی مثالیں دے دے کر سمجھائے تو وہ کچھ قائل ہوتے دکھائی دیئے۔ نمازِ عصر ان دونوں نے سب کے ساتھ راقم کے پیچھے ادا کی۔ تکبیرِ تحریمہ سے قبل اس ناچیز نے انہیں مسافر کے پیچھے نماز پڑھنے کے مسائل سمجھائے۔ وہ حیران ہوئے کہ انہیں یہ بالکل نہیں معلوم تھا۔ شام کی چائے سے فراغت کے بعد علامہ بخاری نے کہا کہ آیئے جب تک سید منور حسن صاحب ہمارا ٹکٹ لے کر آئیں مولوی بازار مارکیٹ میں آپ کو چند احباب سے ملاقات کرادیں۔ ہم لوگ ناظم الدین روڈ پر نکلے تو بارش ہلکی ہلکی ہو رہی تھی۔ ایک سائیکل رکشا میں بیٹھ کر مولوی بازار پہنچے۔ کچھ دور پیدل چل کر ہم خوردنی تیل کا تھوک کاروبار کرنے والے ایک تاجر جناب حاجی محمد علی بھٹو صاحب کی دُکان پر پہنچے۔ یہاں آنے سے قبل علامہ بخاری فون پر ان سے گفتگو کر چکے تھے اور فقیر کا تعارف بھی کرا چکے تھے۔ بھٹو صاحب الحمدللہ ایک بہت بڑے تاجر ہیں لیکن ان کا مختصر سا دفتر دیکھ کر اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ مولوی بازار کے عظیم آڑھتی ہیں۔ مولوی بازار، ڈھاکہ بلکہ بنگلہ دیش کی غالباً سب سے بڑا ہول سیل مارکیٹ ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ یہ کراچی کی جونا مارکیٹ ہے، ویسی ہی تنگ سڑکیں، اس پر مال بردار ٹرک، وین اور بیل گاڑیوں، ہاتھ ٹھیلوں کا ہجوم، پیدل چلنے والوں اور سائیکل رکشا کا اژدحام اس پر مستزاد۔

علامہ بخاری نے الحاج بھٹو صاحب سے راقم کا تعارف کرایا۔ وہ نہایت خندہ پیشانی سے ملے۔ علامہ بخاری نے بتایا کہ الحاج بھٹو صاحب تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری رضوی الازہری حفظہ اللہ الباری سے شرفِ بیعت رکھتے ہیں۔ مخیّر اور نیک دل انسان ہیں۔ فقیر نے ان سے پوچھا کہ آپ پاکستان (سندھ) سے بنگلہ دیش کیوں اور کب آگئے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ سندھی نہیں ہیں، یہیں ڈھاکہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا عراقی (عرق کشید کرنے والے) برادری سے تعلق ہے، ان کے والد ہندوستان (بہار) سے ہجرت کر کے مشرقی پاکستان آگئے تھے، یہیں تیل کا کاروبار شروع کیا۔ البتہ ان کے سگے رشتہ دار کراچی میں ہیں، کچھ تو تقسیم کے وقت وہاں منتقل ہو گئے تھے، کچھ ۱۹۷۱ء کے سانحے کے بعد کراچی منتقل ہو گئے تھے۔ ۱۹۷۱ء کے سانحہ میں اللہ رب العزت نے ان لوگوں کو محفوظ رکھا۔ ان کی برادری کے کافی لوگ ڈھاکہ اور بنگلہ دیش کے دوسرے شہروں میں اب بھی موجود ہیں۔ اس سوال کے جواب میں کہ آپ کے نام کے آگے ''بھٹو'' کیوں لگا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ان کے والد ماجد نے پاکستان کے سابق وزیرِ خارجہ اور وزیرِ اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم سے محبت کی بناء پر ان کے نام کے ساتھ ''بھٹو'' کا لاحقہ لگایا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ان کی پیدائش کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیم بھی یہیں ہوئی ہے، وہ اور ان کے بیوی اور بچے سب صرف بنگلہ یا انگریزی پڑھ سکتے ہیں، البتہ گھر میں اردو بولی جاتی ہے، ان کے والدین اردو پڑھنا لکھنا دونوں جانتے ہیں۔ والدہ کو مذہبی اور مسلکی کتابیں پڑھنے کا

بڑا شوق ہے۔ ان کے پاس ہندوستان، پاکستان سے جو بھی دینی کتب ورسائل آتے ہیں، وہ انہیں اپنی والدہ ماجدہ کو پیش کر دیتے ہیں۔ ان سے گفتگو کر کے بڑی مسرت ہوئی۔

محمد علی بھٹو صاحب نے فقیر کو دعوت دی کہ واپسی پر جب کراچی روانگی کے لئے آئیں تو ایک دو دن نکال کر آئیں اور ان کے مہمان ٹھہریں ہم نے ان کے شکریہ کے ساتھ ان کی دعوت قبول کی اور ان سے سلام ومصافحہ کے بعد واپس لوٹے۔ مولوی بازار کے پُر ہجوم ٹریفک میں ہم لوگ پیدل ہی چل پڑے۔ ایک تو سائیکل رکشا نہیں مل رہا تھا دوسرے یہ کہ اس زبردست ہجوم میں ہم پیدل ہی جلد اپنی قیام گاہ تک پہنچ سکتے تھے۔ بارش بھی ہلکی ہوگئی تھی۔ کیچڑ اور پانی سے اپنے کپڑوں کو بچاتے ہوئے مسجد کے قریب تک پہنچے تو نمازِ مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ وضو کرتے ہوئے جماعت ختم ہو چکی تھی۔ ہم نے انفرادی نماز ادا کی۔ اسی مسجد میں علامہ ڈاکٹر سید ارشاد بخاری زید مجدہٗ برسوں نمازِ جمعہ کی خطابت وامامت کرتے رہے ہیں، اب غیروں کے تصرف میں ہے۔

ہم یہاں سے فارغ ہو کر قریب ہی گلی میں جناب بخاری صاحب کے عقیدت مند الحاج گلزار احمد صاحب کے گھر گئے۔ یہ ڈھاکہ کے رہنے والے ہیں، اردو بولتے ہیں مگر خاص ڈھاکہ کی اردو، مولوی بازار، ناظم الدین روڈ اور پرانے ڈھاکہ میں لوگ اب بھی اردو بولتے ہیں لیکن ان کی اردو کا لب ولہجہ بالکل مختلف ہے۔ یہ ڈھکیّہ اردو کہلاتی ہے۔ بعض الفاظ بھی ان کے اپنے مروج ہیں۔ کچھ بنگالی اور بہاری لب ولہجہ کا مرکب ہے۔ لیکن بہرحال اس علاقہ میں کثیر تعداد ڈھکیّہ اردو بولنے والے لوگ ہیں لیکن لکھنا پڑھنا اب سب کا بنگالی زبان میں ہے۔ اس علاقہ میں ڈھاکہ کے مشہور قلچوں کی کئی بیکریاں ہے۔ ان سے متعلق ڈاکٹر بخاری صاحب نے بتایا کہ ان قلچوں کی اپنی لذت اور مزہ ہے اور ایسے قلچے دہلی اور کراچی میں بھی نہیں ملتے۔

الحاج گلزار صاحب کے ایک صاحبزادے تازہ تازہ امریکہ سے آئے ہوئے تھے۔ ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ وہاں سے چائے وغیرہ پی کر ہم واپس حافظ خلیل الرحمٰن صاحب کے فلیٹ میں آئے۔ صاحبزادہ سید منور حسن وہاں موجود تھے۔ انہوں نے بتایا کہ حنیف انٹرپرائیز بس کوچ کا ٹکٹ ملا ہے۔ حافظ صاحب نے جلدی سے کھانے کا انتظام کیا۔ اتنے میں نمازِ عشاء کا وقت ہوگیا۔ ہم نے نماز پڑھی اور کھانا کھایا۔ فقیر نے اپنا بڑا سوٹ کیس اور ایک بڑا بیگ خلیل الرحمٰن صاحب کے گھر چھوڑا اور ایک ایئر بیگ میں دو جوڑے کپڑے اور ضروری سامان رکھ کر اور بریف کیس ساتھ لے کر نیچے اترا۔ ڈاکٹر بخاری صاحب کا سوٹ کیس اور بریف کیس صاحبزادہ منور حسین نے اٹھایا، حافظ صاحب اور ان کے صاحبزادے نیچے تک ہمیں الوداع کہنے آئے۔ اترتے ہوئے ان کے صاحبزادے نے فقیر کے ہاتھوں سے سامان لے لیا۔ ہم لوگ دو سائیکل رکشہ پر بیٹھ کر بس اڈے روانہ ہوئے۔ بس میں سامان چڑھا کر ہم لوگ اپنی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے اور سید منور حسن صاحب کو رخصت کیا۔ فقیر نے ان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے بہت دیر ہمارا ساتھ دیا اور ہمارے سفر میں آسانی پیدا کی۔

بس ڈھاکہ کے مضافات سے نکل ٹنگی میں داخل ہوئی۔ یہ ڈھاکہ کے مضافات کا بہت بڑا صنعتی علاقہ ہے۔ ڈھاکہ اب بہت بڑا شہر بن گیا ہے۔ اسی اعتبار سے صنعتی ایریا میں بھی کافی وسعت ہوئی ہے۔ ٹنگی کے علاقہ میں ہر سال تبلیغی جماعت کا بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے جس سے بدمذہبیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ دعوتِ اسلامی والے کچھ احباب وہاں نظر آئے لیکن ڈاکٹر سید ارشاد احمد صاحب کے بقول ابھی چٹا گانگ کی طرح باقاعدہ کام ڈھاکہ میں شروع نہیں ہوا ہے۔ بنگلہ دیش کے اہلِ سنت کی خواہش ہے امیر اہلِ سنت حضرت مولانا الیاس قادری صاحب اگر توجہ فرمائیں اور ڈھاکہ میں اجتماع شروع کریں تو کافی تعداد میں لوگ دعوتِ اسلامی کی آواز پر لبیک کہیں گے اور ان شاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ پاکستان سے بڑا اجتماع وہاں ہوا کرے گا۔

راستہ میں ڈھاکہ کنٹونمنٹ ایریا بھی آیا۔ فوجی بیرکس، فوجی ہسپتال، چاند ماری کے میدان نظر آئے۔ جگہ جگہ فوجی جیپیں اور ٹرک نظر

آئے۔ تمام فوجی گاڑیاں ہندوستان کی بنی ہوئی نظر آئیں۔ اس سے اندازہ ہوا کہ ہندوستان نے یہاں کی معیشت پر خوب قبضہ جمایا ہوا ہے۔ فقیر کچھ دیر کے لئے ۴۰ ربرس قبل والے مشرقی پاکستان کے دور میں پہنچ گیا۔ علامہ بخاری ان تمام مناظر پر کمنٹری کرتے جارہے تھے۔ تقریباً سو کلومیٹر تک سڑک بہت خراب تھی اور بارشوں سے مزید خراب ہوگئی تھی۔ بعض جگہوں پر مرمت کا کام جاری تھا اس لئے ٹریفک آہستہ تھی لیکن سوسوا سو کلومیٹر آگے آنے کے بعد سڑک صاف ستھری آگئی۔ ہماری بس بے شمار چھوٹے چھوٹے دریاؤں کے اوپر سے گذری لیکن سب سے بڑا پل برہما دریا پر ملا۔ یہ گیارہ کلومیٹر سے زیادہ لمبا ہے۔ اس کی وجہ سے شمالی بنگلہ دیش کا سفر ڈھاکہ سے آسان ہوگیا ہے۔ بخاری صاحب نے بتایا کہ پہلے ڈھاکہ سے دیناجپور پہنچنے میں ۲۴ رگھنٹے لگ جاتے تھے۔ ڈھاکہ سے جنوب میں سراج گنج گھاٹ ٹرین/ بس سے جانا ہوتا پھر وہاں سے دریا اسٹیمر پر عبور کرکے دوسری بس یا ٹرین سے دیناجپور شمال کی طرف جانا پڑتا اس طرح اب کئی سو (تقریباً ۳ رسو کلومیٹر راستہ کم ہوگیا ہے)۔ یہ جدید پل بہت خوبصورت بنایا گیا ہے۔ اس کے متعلق بخاری صاحب نے بتایا کہ اسے ورلڈ بینک نے بنایا ہے۔ اس سے قبل مشرقی پاکستان کے دور میں جب بھی اس مقام پر دریائے برہما پر پل بنانے کی کوشش کی گئی، ناکامی ہوئی۔ یہاں پر پانی کا بہاؤ اس قدر تیز اور دریا کا پاٹ اس قدر چوڑا ہے کہ وہ پل کے کھمبوں کو بہالے جاتا تھا اور وہاں کوئی اسٹرکچر تعمیر نہیں ہوسکتا تھا۔ بہر حال یہ گیارہ کلومیٹر لمبا پل بہت خوبصورت بنا ہوا ہے اور بنگلہ دیش کے عجائبات میں سے ہے۔ پورے پل پر سو سو فٹ کے بعد سڑک کے دونوں جانب اونچے اونچے کھمبوں پر نہایت تیز روشنی والے الیکٹرک بلب لگے ہوئے ہیں جو رات میں ایک جشن کا سماں دیتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ ریلوے لائن بھی نظر آتی ہے۔ بخاری صاحب نے بتایا کہ ابھی تک کسی ٹیکنیکل بنیاد پر ٹرین کی آمد و رفت نہیں شروع کی جاسکی لیکن چند ماہ میں ٹرین کی آمد و رفت متوقع ہے۔ ہماری بس جب اس پل سے گزر رہی تھی تو بڑا خوبصورت منظر تھا۔ بجلی کی روشنی کا عکس دریائی پانی میں پڑنے سے اور اس کے انعکاس سے مزید روشنی پھوٹ رہی تھی۔ دور تک بجلی کے کھمبے ایک حسین وجمیل منظر پیش کررہے تھے۔

پل پار کرنے کے بعد تقریباً رات ایک بجے کے قریب بس ایک اسٹینڈ پر رکی۔ یہاں ایک بہت بارونق ریسٹورنٹ بنا ہوا ہے۔ اس کے ایک طرف دو تین دکانیں بھی تھیں جہاں کھانے پینے کی چیزیں اور تحفہ تحائف اور کاٹیج انڈسٹری کی مصنوعات بھی مل رہی تھیں۔ سگریٹ اور پان کی دکان بھی تھی۔ بس کے مسافر یہاں حوائجِ ضروریہ سے فارغ ہوتے ہیں اور منہ ہاتھ دھوکر کھانا یا ناشتا چائے وغیرہ کے بعد بس میں واپس آجاتے ہیں۔ تقریباً ۲۰ رمنٹ کے بعد بس سفر پر پھر روانہ ہوجاتی ہے۔ یہ ریسٹورنٹ کچھ اس طرح کے ہیں جیسا کہ لاہور سے موٹر ہائی وے پر اسلام آباد جاتے ہوئے راستے میں ملتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ پاکستان میں تعمیر کے اعتبار سے زیادہ جدید ہیں، یہ کچھ پرانے ہیں۔ کھانے کی ہر چیز مثلاً دال چاول، تندوری روٹی، چپاتی، پراٹھے، گوشت، انڈے، سبزی، سویٹ ڈش، چائے، کافی، کوکا کولا، وغیرہ سب چیز موجود تھی۔ ہم لوگ بھی بس سے اترے۔ پہلے استنجاء اور وضو سے فارغ ہوئے۔ بخاری صاحب نے فرمایا کہ حضرت اگرچہ ہم کھانا کھا کر چلے تھے لیکن یہاں کا کھانا آپ ضرور چکھیں، معیاری اور لذیذ ہوتا ہے۔ کھانا واقعی لذیذ تھا اور قیمت کے اعتبار سے بھی مناسب تھا۔ وہاں نماز پڑھنے کے لئے علیحدہ کمرہ ہے۔ کچھ لوگوں نے جو عشاء پڑھ کر نہیں چلے تھے، نماز پڑھی۔ ہم لوگ ریسٹورنٹ سے باہر نکلے کہ ڈرائیور نے مسافروں کو متوجہ کرنے کے لئے ہارن بجانا شروع کردیا۔ کنڈیکٹر ریسٹورنٹ کے اندر آکر لوگوں کو بس میں بیٹھنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ لوگ بس کی طرف دوڑ دوڑ کر اپنی نشستوں پر بیٹھنے لگے۔ ہم لوگوں نے ایک چکر وہاں کی دکانوں کا لگایا، ایک آدھ چیز کے دام دریافت کئے۔ بخاری صاحب نے کہا کہ یہاں سے نہ خریدیں مہنگا ملے گا، واپسی پر ڈھاکہ سے خریداری کریں گے۔ ہم لوگ بس میں بیٹھے تھے کہ بس چل پڑی۔

جاری ہے.........

دور و نزدیک سے.....

خطوط کے آئینے میں

ترتیب: عمار ضیاء خاں

علامہ محمد حسن علی قادری رضوی میلسی،

خطیب، جامع مسجد فریدیہ، بلدیہ میلسی:

صبر آزما انتظار کے بعد جناب کا ملفوف گرامی موصول ہوکر کاشف کوائف و باعث فرحت و سرور ہوا۔ اگر علامہ سعیدی صاحب کا تمام قابلِ اعتراض عبارات سے رجوع صحیح ہے تو وہ مبارکباد کے مستحق اور قابلِ احترام ہیں، فقیر ان کے جواب میں دو کتابیں اور ایک مضمون لکھ رہا تھا، یہ سلسلہ یہیں ختم کردے گا، مولیٰ عزوجل ان کو اس رجوع پر استقامت دے۔ آمین۔ مولانا علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب کی طرف سے بھی آج کل جواب نہیں آرہا وہ بھی خاموش ہیں۔ باقی مخدوم زادہ حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اطال اللہ عمرہٗ سے فقیر دو بار رابطہ کرچکا ہے۔ وہ اپنے مجدّد ہونے کا سختی سے انکار کرتے ہیں اور مجدد ساز لوگوں کا شدت سے رد کرتے ہیں۔ مخدوم زادہ حضرت مسعودِ ملت زید مجدہٗ اس مسئلہ میں ہمارے ساتھ ہیں، وہ بے نفس آدمی ہیں، سراپا اخلاص و مروت پیکر للّٰہیت ہیں، مسلک سیدنا مجدّد اعظم اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامل و عامل ہیں۔ جو لوگ ان کو مجدّد بنانے پر بضد ہیں انہیں مجدّد کے اوصاف و خصائص کا علم نہیں، ان لوگوں کی فقیر کے نزدیک کوئی حیثیت و وقعت نہیں۔ بھلا آج تک کوئی شخص شاگردوں، مریدوں، بچوں کے کہنے سے بھی مجدّد بنا ہے؟ حضرت مخدومی پروفیسر صاحب کی عظیم و جلیل خدمات اور فروغِ رضویات میں ان کے درخشاں کردار کے باعث ان کی محبت کے گہرے نقوش لوحِ قلب پر ثبت ہیں۔ وہ ہادی مہدی سنی ہیں، ضبط و تحمل فراست و بصیرت میں انہیں کمال حاصل ہے۔ وسیع القلب، منکسر المزاج ہیں، مگر افسوس کہ یہ مجدّد ساز لوگ حضرت ممدوح معظم کی ذات کو متنازعہ بنا کر ان کی شخصیت کو مجروح کرنا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے ان کا یہ مذموم کردار سنیت میں خلفشار کا باعث ہوسکتا ہے۔ سیدنا مجدّد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو ان کے اکابرین و معاصرین نے ان کے عظیم و جلیل علمی و تحقیقی کارناموں اور نمایاں و بے مثل کارہائے تجدید پر مجدّد مانا۔ اعاظم علماء، فقہا و محدثینِ عرب و عجم نے حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ میں شان و اوصافِ مجدّدیت کا جلوہ دیکھ کر انہیں مجدّد مانا۔ حضرت پروفیسر صاحب دامت برکاتہم بار بار اپنے مجدّد ہونے کا تسلسل و تواتر سے انکار فرما رہے ہیں۔ یہ نام نہاد عقیدت مند وصفِ مجدّد سے بے خبر و لاعلم، زور ازوری ان کو مجدّد بنانے کا بیڑا اٹھائے ہوئے الامر فوق الادب کا بھی پاس و لحاظ نہیں۔ اس سے پہلے بھی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم کے ہونہار مرید و شاگرد انہیں مجدّد قرار دینے لگے تھے مگر حضرت ممدوح نے بھی واضح تردید فرمادی۔ ان سے پہلے پیر کرم شاہ ازہری کے بعض مریدوں شاگردوں اور حضرت علامہ کاظمی صاحب علیہ الرحمۃ کے حلقہ احباب سے چند افراد نے مجدد سازی کا یہ شغل اختیار کیا تھا اور ایک اور صاحب نے بھی اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کو مجدد بنانے کے لئے زور آزمائی شروع کر رکھی ہے۔ بھلا کوئی شخص بچوں، شاگردوں، مریدوں کے کہنے سے بھی مجدد قرار پاتا ہے۔ فقیر شیخ الفقہاء امام العرفاء حضور سیدنا مفتی اعظم شیخ الشیوخ العالم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب نوری رضوی سجادہ نشین بریلی شریف قدس سرہٗ العزیز کے عرس چہلم میں بریلی شریف موجود تھا۔ حضور سیدنا رفاقت حسین، شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، علامہ ارشد القادری، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی اور بہت سے اساطینِ امت

موجود تھے۔ جہاں سجادہ نشینی کا فیصلہ ہورہا تھا، فقیر اس خاص میٹنگ کے خاص کمرہ میں موجود تھا، وہاں شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار سیدنا مفتی اعظم قدس اللہ سرہٗ العزیز کو مجدّد کہا گیا تھا۔ ہندوستان کے سنی رسائل و جرائد و کتب آتے رہتے ہیں، وہاں حضور سیدنا مفتی اعظم قبلہ قدس سرہٗ کو مجدد لکھا جاتا ہے۔ معارفِ رضا بحمدہ تعالیٰ باقاعدہ موصول ہورہا ہے، دعا گو ہوں۔ (فقیر کا یہ مکتوب معارفِ رضا میں شاملِ اشاعت فرمادیں۔ ادارہ کے اراکین کو سلام ودعا۔)

ملک محبوب الرسول قادری، چیف ایڈیٹر انوارِ رضا، جوہر آباد:

بے حد ممنون ہوں آنجناب کا، بڑی باقاعدگی سے ''معارفِ رضا'' موصول ہوتا ہے۔ رضویات کے عنوان سے بلاشبہ عدیم النظیر علمی و تحقیقی شاہکار ہے۔ ہر ماہ نہایت متنوع اور مفید موضوعات کو علم و تحقیق کی روشنی میں بطریقِ احسن پیش کیا جاتا ہے۔ اب کی بار (اگست ۲۰۰۵ء) کا اداریہ (اپنی بات) وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر لکھا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں علمائے حق اپنی ذمہ داریوں کا کماحقہٗ ادراک و احساس کرتے ہوئے انہیں نبھانے کی سعی فرمائیں تو معاشرے کی ڈگمگاتی نیّا کنارے لگ سکتی ہے۔ ہماری خانقاہیں اور مدارس تبلیغ و اشاعتِ دین کے مراکز ہوا کرتے تھے، اگر آج بھی وہی مقاصد لوٹ آئیں، ہوس و عناد، حرص و ہوا، زرپرستی اور عملاً دین سے دوری ایسے امراض کا علاج ڈھونڈ لیا جائے تو عصر حاضر میں ہمارا زوال، اقبال میں بدل سکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں عقل و شعور، اخلاص و عرفان کی نعمت عطا فرمائے۔ آمین۔ بہار سے ڈاکٹر ریاض احمد صاحب کی ڈاکٹریٹ کی خبر رضویات کے باب میں خوشخبری ہے۔ ''خطباتِ کولمبو'' اگر آنجناب کے ہاں دستیاب ہے تو ایک نسخہ ارسال فرمادیں ہدیہ پیشِ خدمت کردیا جائے گا۔ سیدی امام احمد رضا پر مخالفینِ اہلِ سنت کی طرف سے انگریز کا ایجنٹ ہونے کا بہتان نہایت ہی گمراہ کن ہے۔ خلیل رانا صاحب نے علامہ شرف صاحب کے مضمون کی تلخیص کرکے اہم خدمت سرانجام دی ہے اور شائع کرکے اہم فریضہ سرانجام دیا ہے۔ خلیفۂ مفتیٔ اعظم ہند حضرت صوفی گلزار حسین قادری صاحب مدظلہٗ کی مجلسِ بابرکت میں اکثر آپ کا، آپ کے کام کا تذکرہ رہتا ہے وہ بہت مسرور ہیں، آپ کو دعائے خیر کے ساتھ یاد فرماتے ہیں۔ خدا کرے آپ امام احمد رضا محدثِ بریلوی رضی اللہ عنہ کے مشن کی تکمیل کے لئے نتیجہ خیز جدوجہد جاری رکھیں اور ہمیں بھی اس کا فیض پہنچتا رہے۔

یہ امر آپ کے لئے یقیناً مسرت کا باعث ہوگا کہ ''حافظ ایمان ازفتنۂ قادیان'' کے نام سے ایک فارسی رسالہ قدیم علمی ذخیرے سے دستیاب ہوا ہے جو مناظرِ اسلام فاتحِ قادیانت حضرت علامہ محمد پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے اور اس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی، حضرت علامہ سید وصی محمد محدث سورتی، حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اجمعین سمیت تقریباً پچاس مقتدر علماء کی تائید و تصدیق شامل ہے۔ ان علماء میں عرب و عجم سے تعلق رکھنے والے مختلف مکاتیبِ فکر کے حضرات شامل ہیں اور مرزا قادیانی کی خوب خبر لی گئی ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۲۵ء میں لاہور سے شائع ہوا تھا اب اس کا اردو ترجمہ بمعہ اصل متن ''علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سینٹر، پاکستان''، انوارِ رضا لائبریری ۱۹۸/۴ جوہر آباد (پنجاب) کی طرف سے شائع کیا جارہا ہے۔ اردو ترجمہ نوجوان فاضل مولانا ابوالحسن واحد رضوی نے کیا ہے۔ یکم ستمبر تک منظرِ عام پر آجائے گا۔ پریس میں جاچکا ہے۔

☆☆☆☆☆

دینی، تحقیقی و ملّی خبریں

ترتیب وپیشکش: عمّار ضیاء خاں

رضویات کی اہم خبریں

ماہر رضویات حضرت مولانا عبد الستار مصروفؔ ہمدانی نے مدیر اعلیٰ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب کو رضویات پر جدید تحقیقی و تصنیفی پیش رفت کے حوالے سے چند اہم خوشخبریاں فون پر سنائی ہیں جو ہم اپنے قارئین کرام کے استفادے کے لئے ذیل میں درج کررہے ہیں:

۱۔ جامعۃ الازہر سے فارغ التحصیل علماء کی ایک چار رکنی مجلسِ تحقیق و تصنیف نے مولانا عبد الستار مصروفؔ ہمدانی مدظلہ العالی کی نگرانی میں فتاویٰ رضویہ (جدید مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور) کی تین جلدوں کا عربی میں ترجمہ کرلیا ہے اور وہ کمپوزنگ کے مرحلے کے لئے تیار ہے۔ ان شاء اللہ امید ہے کہ ۲۵ر صفر ۱۴۲۷ھ تک (یومِ رضا کے موقع پر) یہ جلدیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر منصۂ شہود پر آجائیں گی۔

۲۔ کلامِ امام احمد رضا، حدائقِ بخشش حصہ اول و دوم پہلی بار اصل اردو کلام اور اس کے منظوم عربی ترجمہ (صفوۃ المدیح، مطبوعہ قاہرہ) کے ساتھ نہایت دیدہ زیب کاغذ اور گٹ اپ کے ساتھ مرکز برکاتِ رضا پور بندر کی جانب سے شائع ہورہی ہے۔

۳۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کے افاضات پر مشتمل سیرت پر ایک کتاب بعنوان ''سیرت مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ'' جلد منصۂ شہود پر آرہی ہے۔ سیرت کی یہ کتاب ۴ر ہزار صفحات پر مشتمل ہے مرتب مولانا عبد الستار ہمدانی صاحب کے بقول، انہوں نے امام احمد رضا کی سیکڑوں تصانیف کا نچوڑ اس کتاب میں سمودیا ہے۔

۴۔ ''خزینۃ العلم فی تصانیف مجدد اعظم'' کے نام سے مولانا ہمدانی صاحب کی ایک تالیف مجدد اعظم امام احمد رضا کے تبحرِ علمی پر ایک بہترین کتاب ہے جس میں مؤلف ممدوح نے تحقیق و تدقیق کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کو ۲۱۵ سے زیادہ علوم وفنون پر کمال دسترس حاصل تھا۔

۵۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ۱۴ر رسائل سے ماخوذ ایک رسالہ بعنوان ''مومن کی وفات'' مولانا ہمدانی زید علمہٗ نے تحریر کیا ہے۔

۶۔ مولانا عبد الستار ہمدانی مدظلہ العالی نے ایک سب سے اہم کام یہ کیا ہے کہ حدائقِ بخشش حصہ اول، دوم کی شرح ۲۵ر جلدوں میں لکھی ہے، ہر جلد ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ ابھی طباعت کی منتظر ہے۔

۷۔ مولانا ہمدانی نے بڑی جانفشانی اور جستجو کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی ۹۶۹ تصانیف وحواشی کی فہرست تیار کرلی ہے، مزید کی تلاش میں ہیں۔ ایک ہزار کی فہرست تیار ہونے کے بعد ہر کتاب/ رسالہ/ حاشیہ کے مختصر تعارف کے ساتھ ان شاء اللہ مکمل فہرس کتابی صورت میں شائع کی جائے گی۔

۸۔ ''المجمع العلمی النورانی'' کے نام سے دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی، ہندوستان میں ایک ادارہ مولانا انوار احمد خان البغدادی صاحب، استاذ شعبۂ عربی کی زیرنگرانی قائم ہوا ہے۔ اس ادارہ نے اہلِ سنت مدارس کی تاریخ میں پہلی بار ''الشباب الاسلامی'' کے نام سے سالانہ عربی مجلّہ کا اجراء کیا ہے۔ اس کا پانچواں شمارہ (۲۰۰۵ء۔ ۲۰۰۶ء) شائع ہوچکا ہے۔

۹۔ اسی ادارہ ''المجمع العلمی النورانی'' نے امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ کے دو رسائل (۱) راد القحط والوباء بدعوۃ الجیران مؤاساۃ الفقراء اور (۲) أعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد کا عربی ترجمہ ''رسالتان فی التکافل الاجتماعی للشیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خاں القادری'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس کا ترجمہ مولانا وقار علی علیمی نے مولانا انوار احمد خاں البغدادی کی نگرانی میں سرانجام دیا ہے۔

۱۰۔ نفسیات بی۔ اے سال دوم، پنجاب یونیورسٹی کے نصاب کی کتاب ''اعمالِ نفسیات'' ص: ۱۷۵۔۱۷۶ پر امام احمد رضا کا ذکر ''مسلمانوں کا نظریۂ ذہنی صحت'' کے عنوان کے تحت کیا ہے۔ ''اعمال نفسیات'' کی مرتبین اور ان کا پتہ درج ذیل ہے:

(الف) مسز توقیر اکرام، ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدر شعبۂ نفسیات، گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین، کوپر روڈ، لاہور۔

(ب) مسز زرّین بخاری، ایسوسی ایٹ پروفیسر نفسیات، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، کوپر روڈ، لاہور۔

ناشر الائیڈ بک سینٹر، ۳۴۔اردو بازار لاہور۔

گرچہ مرتبین کی یہ کوشش قابلِ ستائش ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مرتبین امام احمد رضا کی تعلیماتِ نفسیات کے بارے میں مواد ومراجع کی عدم دستیابی کی بناء پر تفصیلی معلومات طلباء کے لئے مہیا نہیں کرسکیں۔ محققینِ رضویات خصوصاً ریسرچ اسکالر محترم سلیم اللہ جندران صاحب اور محترم ڈاکٹر عبد المالک (ڈیرہ غازی خاں) سے گذارش ہے کہ وہ نصابی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اس موضوع پر وافر مواد پبلشر اور مرتبین کو مہیا کریں تاکہ صوبہ پنجاب کی جامعات کے نفسیات کے طلباء و طالبات امام احمد رضا کا بطور ماہرِ نفسیات صحیح خدوخال میں مطالعہ کرسکیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر موضوع کے اہلسنت اسکالر اور ماہرینِ نصابی کتب کی تدوین اور تصنیف کی طرف اپنی توجہ کریں اور چند ادارے اس مخصوص کام کے لئے فارغ التحصیل ایجوکیشنسٹ کا بورڈ قائم کریں، ان کو مناسب تنخواہ دے کر ہر شعبہ کی نصابی کتب میں اعلیٰ حضرت اور دیگر علماء اہلسنت کے کارناموں کو نصابی ضروریات اور اسلوب کے مطابق داخل کیا جائے تاکہ نصابی کتب میں علماء ومشائخ اہلسنت کے کردار وعقائد اور تحریکِ پاکستان میں ان کی عظیم خدمات کی صحیح تصویر موجودہ اور آنے والی نسل کے سامنے آئے اور تاریخی کوتاہیوں اور فروگذاشتوں کا ازالہ ہوسکے اور نوجوان نسل اپنے اکابرین کی خدمات سے نہ صرف یہ کہ بہرہ ور ہوسکیں بلکہ ان محسن شخصیات کو پہچان کر ان پر فخر کرسکیں۔

رضویات پر ایک جدید پی۔ایچ۔ڈی کی رجسٹریشن

رضویات سے دلچسپی اور وابستگی رکھنے والے اہلِ علم حضرات کے لئے ایک اہم خبر یہ ہے کہ بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا سے امام احمد رضا پر پی۔ایچ۔ڈی کے لئے ایک نئے موضوع کی رجسٹریشن ہوئی ہے۔ مذکورہ پی۔ایچ۔ڈی کے کوائف درج ذیل ہیں:

نام ریسرچ اسکالر:	جناب محمود عالم صاحب
موضوع وتاریخ رجسٹریشن:	فرہنگِ امام احمد رضا، اکتوبر ۲۰۰۵ء
نگراں:	پروفیسر ڈاکٹر رفعت جمال صاحبہ
یونیورسٹی:	بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا۔

یہ اطلاع نگران، پروفیسر ڈاکٹر رفعت جمال صاحبہ نے فون پر مدیرِ اعلیٰ کو خود دی ہے۔ ہم فروغِ رضویات کے لئے پروفیسر ڈاکٹر رفعت جمال صاحبہ کی کاوشوں اور تعاون کے تہہِ دل سے معترف وممنون ہیں۔ ہم انہیں اور دیگر محققین کو یقین دلاتے ہیں کہ مواد و مآخذ کے سلسلہ میں ادارہ ہر طرح سے تعاون کرے گا۔ (پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔مدیر)

مصر میں محدث بریلوی کی خدمات پر پہلا رسالہ

(رپورٹ: محمد سلمان رضا خاں ازہری، قاہرہ، مصر) سیدنا امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی رضی اللہ عنہ نے پچاس علوم بلکہ جدید تحقیق کے مطابق ایک سو سے زائد علوم وفنون میں نہ صرف حیرت انگیز رسوخ وتبحر حاصل فرمایا بلکہ تصانیف کا عظیم ذخیرہ بھی یادگار چھوڑا اور ہر فن میں تحقیقاتِ بدیعہ اور تدقیقاتِ انیقہ کے دریا بہادیئے۔ آپ کے تجدیدی کارنامے اور گراں قدر دینی خدمات برصغیر ہندو پاک میں کہکشاں کی طرح منور وتاباں ہیں، البتہ عالمِ عرب کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، لیکن مجھے امید ہے کہ مستقبل قریب میں ان شاء اللہ وہ بھی

آشنا ہوجائیں گے۔ کیوں کہ خاص طور سے ازہری علماء نے اس کی جانب عنانِ توجہ منعطف کردی ہے اور اب تک آپ کی حیات و خدمات سے متعلق مصر کی سرزمین پر تین رسالے وجود میں آگئے ہیں اور چوتھے رسالے کی بنیاد ڈالتے ہوئے مولانا تاج محمد خاں ازہری نے اپنا خطہ (خاکہ) بعنوان "المحدث الشيخ أحمد رضا خان وجهوده في السنة" جامعۃ القاہرہ کلیہ دارالعلوم شعبہ شریعہ اسلامیہ میں پیش کیا جس کو وہاں کے ژرف نگاہ اور دقیق النظر علماء و محدثین میں سے پروفیسر ڈاکٹر احمد یوسف سلیمان صاحب، صدر شعبہ شریعہ اسلامیہ، ڈاکٹر محمد نبیل تمنائم صاحب، ڈاکٹر ابراہیم عبد الرحیم صاحب، ڈاکٹر محمد ابراہیم شریف صاحب اور ڈاکٹر حسین عبد الغنی سمرہ صاحب نے ملاحظہ فرمایا اور ۱۲ر دسمبر ۲۰۰۵ء کو نہ صرف اس کو شرف قبول عطا فرمایا بلکہ اس کو سراہتے ہوئے صدر شعبہ شریعہ اسلامیہ نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود بغیر کسی پیش کش کے ''اشراف'' یعنی نگرانی کی ذمہ داری بھی قبول فرمالی۔

یہ رسالہ ان شاء اللہ تعالیٰ ایک مقدمہ تین ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہوگا۔ مقدمہ کے اندر حدیث اور اصولِ حدیث کا تعارف ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ اس کی حجیت اور اسلام میں اس کے مرتبہ ومقام کو بھی اجاگر کیا جائے گا اور اُن عوامل واسباب کا ذکر ہوگا جنہوں نے ''باحث'' کو اس عنوان کے اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔

پہلے باب میں اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی تابندہ زندگی کی چند جھلکیاں دکھائی جائیں گی اور ان علوم ومعارف کا ذکر ہوگا جن میں آپ نے مہارت تامہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تصنیف کا عظیم سرمایہ ہمیں عطا کیا اور دوسرے باب میں خبر احاد اور احادیث ضعیفہ کی حجیت پر آپ کے قیمتی افادات اور محدثین کی اصطلاحات کی تنقیح وتوضیح اور جرح وتعدیل میں حیرت افزا اضافے کو ذکر کیا جائے گا۔ جبکہ تیسرے باب میں حدیثِ رسول ﷺ سے استدلال کرنے، احادیث کی تشریح وتوجیہ، بظاہر متعارض احادیث میں تطبیق وترجیح، ناسخ و منسوخ میں تمیز اور تخریج احادیث میں آپ کے پُرکشش منہج پر روشنی ڈالی جائے گی اور خاتمہ کے اندر نتائج وثمرات کا تذکرہ ہوگا۔

اس اجمالی تعارف سے جہاں ''رسالہ'' کی معنوی حیثیت کھل کر سامنے آتی ہے وہیں ''باحث'' کی علمی صلاحیت واستعداد، فکری عروج اور اس کی شخصیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا تاج محمد خاں ازہری ایک ذی استعداد، صاحبِ صلاحیت عالم ہونے کے ساتھ ساتھ تحقیقی وتصنیفی ذہن کے بھی مالک ہیں۔ ہندو پاک کے رسائل و جرائد میں وقتاً فوقتاً شائع ہونے والے آپ کے وقیع اور معلوماتی مضامین میرے اس دعویٰ کی شہادت دیتے ہیں۔ آپ نے الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، فیض آباد، یوپی سے سندِ فضیلت حاصل کرنے کے بعد بانی جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کی سرپرستی میں دو سالہ تحقیقی کورس مکمل کیا۔ اس کے بعد عالمی یونیورسٹی جامعہ ازہر شریف، مصر کلیۃ اصول الدین میں تخصص کرکے خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر ایک تاریخی کامیابی سے سرفراز ہوئے اور یہ ہندوستانی طلبہ میں پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے مصر کی سرزمین پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی حیات وخدمات پر ''رسالہ'' لکھنے کا نہ صرف عزم مصمم کیا ہے بلکہ اس راہ پر گامزن بھی ہوگئے ہیں اور الحمدللہ محدث بریلوی کی روحانی عنایتوں کا سائبان ان پر دراز ہوگیا ہے، اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب ان کا خطہ (خاکہ) مقبول ہوا کیونکہ ان کے ہمراہ پچاس سے زائد طلبہ نے اپنا اپنا خطہ پیش کیا مگر ان میں سے صرف چار حضرات ساحل مراد سے ہمکنار ہوسکے، **فالحمدلله على ذلك** ؏

ایں سعادت بزور بازو نیست

دعا ہے کہ مولائے قدیر اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے صدقہ وطفیل موصوف کو اس راہ میں آسانیاں بہم فرمائے اور اعلیٰ حضرت

علیہ الرحمۃ کے فیوض و برکات سے مالا مال فرما کر دارین کی سعادتوں، کرامتوں اور شرافتوں سے بہرہ مند فرمائے اور اس حقیر کاتب الحروف کو بھی ان جیسے حضرات کا ردیف بنا کر کسی لائق بنائے۔ آمین۔ بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

دارالہدیٰ اسلامک اکاڈمی کیرالا میں
جشنِ امام احمد رضا

(رپورٹ: رفیق احمد رضا عطاری، متعلم دارالہدیٰ اسلامک اکیڈمی)

دارالہدیٰ، صوبہ کیرالا (ہندوستان) کا مسلم اکثریتی والا اور ''چھوٹا پاکستان'' سے مشہور ضلع ''مالا پورم'' کے قصبہ چماڈ میں واقع ہے۔ لب سڑک واقع ہونے اور ناریل کے درختوں کی ہمہ ہمی میں سہ منزلہ تین بڑی پُرشکوہ عمارتوں، مین بلڈنگ، سی۔ ایچ۔ ایس بلڈنگ اور اردو بلڈنگ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یہ ادارہ قدرت کا ایک حسین نظارہ پیش کر رہا ہے اور ساتھ ہی اسے ایک عظیم الشان علمی اور دینی مرکز ہونے کا افتخار بھی حاصل ہے۔ سنّی محل فیڈریشن کے تحت چلنے والا یہ ادارہ اپنی ظاہری رونق اور چمک دمک کے ساتھ ساتھ پچیس سے زائد مادی و دینی علوم وفنون کو محیط اپنے نصاب تعلیم کی وسعت و ہمہ گیریت اور تعلیم و تعلم کے انوکھے نظام، تزکیہ و تربیت کے اچھوتے دستور، تہذیب و تمدن کے نرالے اصول نیز دیگر شعبہ کی گوناگوں خوبیوں کی بنیاد پر ہندو بیرونِ ہند اپنی امتیازی شناخت قائم کرتا چلا آرہا ہے۔ یوں تو وقتاً فوقتاً اس ادارے میں علمی و ادبی، ثقافتی اور ملّی تقریبات کا اہتمام ہوتا رہتا ہے لیکن یہ پہلی بار نہایت ہی تزک و احتشام اور بڑی ہی شان و شوکت کے ساتھ جشنِ امام احمد رضا کا انعقاد اس ادارے کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ ۱۶؍اپریل بروز بدھ بعد نمازِ مغرب دارالہدیٰ کی عالیشان مسجد کے وسیع و عریض صحن میں اردو و ملیالی اساتذہ کی سرپرستی و نگرانی میں ڈیڑھ ہزار کے قریب اردو و ملیالی دونوں شعبوں کے طلبہ جمع ہوئے۔ اس عظیم الشان اجلاس کا آغاز یہاں کے رواج کے مطابق بعد قل حضرت العلام حسن کٹی مسلیار کی دعا سے ہوا۔ بعد ازاں درجۂ حفظ کے ہونہار طالب علم عزیزم جلال سلمہ نے مصری لہجہ میں قرآن حکیم کی تلاوت کر کے وحیِ الٰہی کا رنگ جما دیا۔ شعبۂ اردو درجۂ ثانیہ کے طالب علم محمد جبران سلمہ نے کلام الامام امام الکلام (کلامِ اعلیٰ حضرت) اپنی مسحور کن آواز میں پیش کیا۔ بعد ازاں محمد سلیم احمد رضا، درجۂ سابعہ، شعبۂ اردو، نے جلسہ کی ضرورت و اہمیت پر ایک استقبالیہ پیش کیا۔ افتتاحی تقریر کرتے ہوئے درجۂ فضیلت شعبۂ ملیالی کے طالب علم اے۔ پی۔ مصطفیٰ نے ملیالی زبان میں امام احمد رضا کی تصنیفی خدمات اور بریلوی اور دیوبندی اختلافات کی اصل وجوہات پر بھرپور روشنی ڈالی جس کی یہاں ضرورت تھی۔ آخر میں ادارے کے لائق و فائق استاذ ادیبِ شہیر حضرت مولانا مرغوب عالم اشرفی (اتر دیناجپور، بنگال) نے امام احمد رضا کی زندگی کے مختلف گوشوں پر پُرمغز اور نکات آفریں تقریر فرمائی۔ دورانِ تقریر آپ نے امام احمد رضا کی تعلیمات عام کرنے اور ان کے مشن کو فروغ دینے پر زور دیا۔ پھر صلوٰۃ وسلام پر یہ نورانی اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

جامعۃ الازھر میں
حفلۃ الخریجین

مورخہ ۲۲؍ستمبر ۲۰۰۵ء، بروز جمعرات کو ''مدینۃ البعوث الاسلامیہ'' کی وسیع و عریض مسجد میں ہر سال کی طرح امسال بھی ''حفلۃ الخریجین'' (بیرونی طلبہ کا فنکشن) اپنی روایتی شان و شوکت کے ساتھ منعقد کیا

گیا، جس کی صدارت شیخ الازہر محمد سید طنطاوی نے فرمائی، ان کے علاوہ ڈاکٹر محمود امبابی وکیل الازہر، ڈاکٹر احمد طیب رئیس الجامعہ، ڈاکٹر وفا ابو عجوز، امین عام مجمع البحوث الاسلامیہ اور دیگر اساتذہ بھی شریک حفلہ رہے۔ شیخ الازہر نے انتہائی بصیرت افروز اور پُر مغز خطاب فرمایا اور طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''آپ حضرات جامعۃ الازہر کی طرف سے علمی وفود اور نمائندے کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ اپنے ملک واپس جاکر قولِ صادق، استقامتِ دین، امانت ودیانتداری اور وسطیت (میانہ روی) واعتدال کے منہج پر قائم رہیں، خلوص وللّٰہیت کے ساتھ دینِ متین کی دعوت وتبلیغ میں سرگرم رہیں اور رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مظہر اتم بن کر اپنی قوم کے سامنے اسلام کا صحیح رخ پیش کرنے اور اس کے دفاع میں کوشاں رہیں۔''

اس سال تقریباً پچپن ممالک کے طلبہ جامعۃ الازہر کے مختلف کلیات (Faculties) سے فارغ ہوئے جن میں پوزیشن حاصل کرنے والوں میں بفضلہٖ تعالیٰ ہندوستانی طلبہ بھی شامل رہے جن کی کل تعداد ۹ تھی جو اہلِ سنت کے علاوہ دیگر مکتبۂ فکر سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ قابلِ صد مبارکباد ہیں مولانا اسرار الحق برکاتی صاحب جنہوں نے فرسٹ پوزیشن حاصل کرکے ہندوستان کا نام روشن کیا اور شیخ الازہر کے ہاتھوں شہادۂ تقدیر، گولڈ میڈل اور انہی کی تصنیف کردہ ۱۰؍ جلدوں پر مشتمل قرآن کی تفسیر مسمّٰی بہ ''التفسیر الوسیط'' سے بھی نوازے گئے۔ ان کے علاوہ دوسرے سنّی طلبہ نے بھی اپنی جماعتوں میں فرسٹ وسیکنڈ پوزیشن حاصل کیے۔ (واضح رہے کہ جامعۃ الازہر میں فرسٹ و سیکنڈ ہندوستان کے Excellent اور فرسٹ کے مساوی ہے) خاص طور سے نظامی طلبہ لائقِ داد وتحسین ہیں جنہوں نے اپنا اور موسسِ جامعۂ حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے علمی مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے جامعۃ الازہر میں کامیابی کی ایک تاریخ رقم کردی۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم لوگوں پر حضرت علامہ کے روحانی فیضان و برکات کو جاری وساری رکھے اور جامعۃ الازہر سے فارغ ہونے والے طلبہ کے علم وعمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

(رپورٹ: محمد ازہر الاسلام نوری، باحث فی کلیۃ اللغۃ العربیۃ، جامعۃ الازہر، قاہرہ، مصر)

اسکولوں میں دورانِ اسمبلی درود شریف پڑھنا لازمی۔ ضلع ناظم گجرات کا پہلا حکم

گجرات (پاکستان): ضلع ناظم چوہدری شفاعت حسین نے اپنے دفتر میں بیٹھ کر سرکاری امور سرانجام دینا شروع کردیئے ہیں۔ انہوں نے بطور ضلع ناظم پہلا حکم نامہ یہ جاری کیا کہ آئندہ سے ضلع بھر کے تمام سرکاری وغیر سرکاری تعلیمی اداروں میں اسمبلی کے دوران درود شریف لازمی پڑھایا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ جس عظیم ہستی یعنی نبی پاک ﷺ کی خاطر یہ کائنات تشکیل دی گئی ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں درود (وسلام) بھیجنے کا حکم جاری فرمایا ہے، لہٰذا میری خواہش ہے کہ ہمارے بچے اپنے دن کا آغاز اس نیک کام سے کریں تاکہ ہم اپنے بچوں کو جو تعلیم دے رہے ہیں اس میں پاکیزگی وبرکت شامل ہوجائے۔ چوہدری شفاعت حسین نے کہا کہ میں خود بھی آئندہ اسکولوں وکالجوں کے اچانک دورے کروں گا اور دیکھوں گا کہ میرے احکامات پر کس حد تک عملدرآمد ہورہا ہے۔ انہوں نے ضلع بھر کے یونین ناظمین کو بھی ہدایت کی ہے کہ وہ بھی اپنے حلقے میں موجود سرکاری ونجی اسکولوں اور کالجوں کا اسمبلی کے وقت اچانک دورہ کریں اور اگر کہیں ان احکامات کی خلاف ورزی دیکھیں تو فوری طور پر میرے نوٹس میں لایا جائے۔

(بحوالہ: روزنامہ ''جنگ'' لاہور اور روزنامہ ایکسپریس۔ ۱۹؍ اکتوبر ۲۰۰۵ء)

متنازعہ اسلامی فلم ''دی میسج'' کی نمائش پر

بھرپور احتجاج

گزشتہ مہینوں ایک پاکستانی نجی ٹیلی ویژن چینل پر رسولِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ کی زندگی پر فلمائی گئی فلم ''دی میسج'' کی انگریزی اور اردو میں نمائش کی گئی۔ اس سلسلے میں علمائے کرام نے کہا ہے کہ ''ٹی وی پر عام فلمیں دیکھنا بھی زہر قاتل ہے خصوصاً ''دی میسج'' فلم دیکھنا، دِکھانا انتہائی خطرناک اور اسلام کے خلاف گہری سازش ہے۔ کیونکہ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تصاویر پیش کرنا بذاتِ خود حرام ہے اور اداکاروں کو ان کی شکل اپنا کر پیش کرنا صحابہ کرام کی توہین ہے جو کہ امتِ مسلمہ کے لئے ایک ناقابلِ برداشت جرم ہے لہٰذا مسلمانوں کے لئے ٹی وی پر یہ ایمان سوز فلم دیکھنا گناہ ہے۔ حکومت فی الفور اس پر پابندی لگا کر اس کے خلاف تادیبی کاروائی کرے۔''

(بحوالہ روزنامہ ''پاکستان'' اور روزنامہ ''خبریں'' ۲۴ را کتوبر ۲۰۰۵ء)

قارئین کرام توجہ فرمائیں

گرانی کے اس دور میں جب کہ ہر شے کی قیمت مسلسل بڑھتی چلی جارہی ہے، ماہنامہ معارفِ رضا نے اپنے قارئین پر کوئی اضافی بوجھ ڈالے بغیر رسالہ کا اجرا باقاعدگی سے جاری رکھا لیکن موجودہ صورتحال کے مدنظر جبکہ اگلے سال سے رسالہ کے صفحات میں بھی اضافہ کیا جارہا ہے، معارف رضا کی مشاورتی کمیٹی نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ رسالہ کا ماہانہ زرِتعاون -/25 روپے اور سالانہ زرِ تعاون -/200 روپے کردیا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے قارئین کرام یہ اضافہ بخوشی قبول فرما کر فکر ومشنِ رضا کے فروغ میں ہماری معاونت کریں۔ (ادارہ)

وفیات

۱۔ ماہرِ رضویات قبلہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کی ہمشیرہ محترمہ آر۔ بی۔ مظہری صاحبہ گزشتہ دنوں انتقال فرماگئیں۔ محترمہ آر۔ بی۔ مظہری کو یہ اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے رضویات کے حوالے سے سب سے پہلی ایم۔ فِل تھیس بعنوان امام احمد رضا دنیائے ادب وصحافت میں'' (۱۹۸۱ء) تحریر فرما کر ایم۔ فِل کی سند سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد سے حاصل کی۔ ان سے قبل حضرت ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی بڑی ہمشیرہ (مقیم بہاولپور) کا بھی وصال ہوچکا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان دونوں نیک خواتین کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کے صدر، جنرل سیکریٹری، مجلس عاملہ کے تمام اراکین، معارف رضا کی مجلسِ ادارت ومشاورت کے تمام رکن حضرات اور دفتری عملہ قبلہ پروفیسر صاحب مدظلہ العالی سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔

۲۔ نوجوان فاضل مفتی محمد امین قادری برکاتی کراچوی گزشتہ دنوں اچانک اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعہ۔

مرحوم مفتی صاحب نے ردِّ قادیانیت کے حوالے سے ایک اہم خدمت انجام دی ہے۔ کئی ہزار صفحات پر مشتمل علمائے اہلِ سنت کا ردِّ قادیانیت کے حوالے سے تاریخ وار تذکرہ مرتب کیا ہے، جو ان کا شاندار علمی کارنامہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کی قبر پر رحمت ورضوان کی بارش برسائے۔ امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆☆☆☆☆

معارفِ کتب

تبصرہ نگار: وزیر احمد شان القادری

نئی شائع ہونے والی کتب پر تبصرہ

نوٹ: تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخے ارسال کریں۔

(۱) نام کتاب: بارانِ رحمت
تضمین نگار: محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری
صفحات: ۷۳ ہدیہ: دعائے خیر
سنِ اشاعت: ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء
ناشر: رضا اکیڈمی، لاہور

جناب طارق سلطان پوری ایک قادر الکلام شاعر جانے جاتے ہیں۔ یہ کتاب اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کے طویل سلام ''سلام رضا'' پر ایک خوبصورت تضمین ہے جو وہ ''بارانِ رحمت'' کے بابرکت نام سے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں اعلیٰ حضرت کے توسط سے پیش کر رہے ہیں۔

شاعر نے اس کتاب کا انتساب فاضل محقق و مصنف جناب سید صابر حسین شاہ بخاری کے نام کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ''ان کی مسلسل ترغیب اور پیہم تحریک سے یہ تضمین صفحۂ قرطاس پر صورت پذیر ہوئی۔''

جناب طارق سلطان پوری اس تضمین میں اپنے قلم کو عقیدت و حقیقت کی روشنائی میں ڈبو کر لکھتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے مصرعے اور مضامین ان کے مطالعے کی وسعت کی نشاندہی کرتے نظر آتے ہیں۔

ان کا فکری تناظر وسیع اور متنوع ہے۔ ان کے ہاں مشاہدے کی پہنچ گہرائی تک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے جذبات و احساسات کو نکھار کر بڑے دل نشین انداز میں شعری قالب میں ڈھال لیتے ہیں۔

ان کے اندازِ کلام میں پختگی کا رنگ قدرے گہرا نظر آتا ہے۔ وہ اس تضمین میں جابجا خوش آہنگی، سلاست و روانی، لطافت و غنائیت کا خوش کن اور مدھر مدھر انداز کثرت سے اپناتے نظر آتے ہیں۔

الغرض ان کی یہ تضمین سلام رضا پر لکھی جانے والی سابقہ تضمینوں میں ایک گراں قدر اضافہ اور محبین رضا کے لئے ایک تحفہ ہے۔

(۲) نام کتاب: امام احمد رضا اور ملک العلماء
مصنف: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری
صفحات: ۷۵ ہدیہ: دعائے خیر
سنِ اشاعت: ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء
ناشر: رضا اکیڈمی، لاہور

یہ کتاب جناب سید صابر حسین شاہ بخاری نے مقالے کی صورت میں حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلمیذ و خلیفۂ خاص ملک العلماء جناب علامہ ظفر الدین رضوی بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے مابین تعلقات پر مبنی حالات و واقعات پر تصنیف کی ہے۔

اس میں موصوف نے ملک العلماء کی کاشانۂ رضویہ پر حاضری، قیامِ مدرسۂ منظر اسلام، بیعت و خلافت سے لے کر پیر و مرشد کی سوانح نگاری، سفرِ آخرت کے مناظر سمیت قطعاتِ وصال اور حواشی و حوالے پر روشنی ڈالتے ہوئے ۲۳ موضوعات پر بحث کی ہے۔ ۷۵ صفحات پر مشتمل اس تحریر کو پڑھ کر جہاں اعلیٰ حضرت اور ملک العلماء علیہما الرحمۃ کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے وہاں اس وقت کی سیاست، مذہبیات و تاریخی واقعات و حالات سے بھی قارئین کو خود بخود جانکاری ہوتی چلی جاتی ہے۔

اس کتاب کو موصوف نے ملک العلماء کے فرزند ارجمند ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کے نام انتساب کیا ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب میں پیشِ لفظ مصنف موصوف نے خود تحریر کیا ہے اس کے علاوہ تقریظ و تعارف، آراء و مقدمے کے طور پر جناب نشا تابش قصوری، جناب ملک محمد محبوب الرسول قادری، جناب صوفی محمد مقبول احمد ضیائی قادری کی تحریریں اس کتاب میں اپنی مثبت موجودگی کا احساس دلاتی نظر آتی ہیں۔

خوبصورت کمپوزنگ بہترین طباعت اور کلرفل آرٹ پیپر سرورق و پسِ ورق سے بجی یہ کتاب مسلکِ اعلیٰ حضرت کے محبین کو دعوتِ مطالعہ دیتی نظر آتی ہے۔

ذکر و فکرِ رضا

ترتیب: وزیر احمد شان القادری

جرائد و رسائل کے آئینے میں

نمبر	نام رسائل	عنوان	نام مضمون نگار/شاعر	صفحہ نمبر
۱۔	ماہنامہ سوئے حجاز لاہور نومبر ۲۰۰۵ء	حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو (نعت)	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں	۱۴
۲۔	ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، انڈیا اکتوبر ۲۰۰۵ء	مخدومِ بہار محدثِ بریلوی کی نظر میں	مولانا نثار احمد مصباحی	۲۲
۳۔	ماہنامہ مصلح الدین کراچی، نومبر ۲۰۰۵ء	نعت۔ شرح والشمس الضحیٰ کرتے ہیں	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں	۱۰
۴۔	الف) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ نومبر ۲۰۰۵ء	تضمینِ کلامِ اعلیٰ حضرت۔ (بدن گھائل دل افسردہ عمر پیرانہ سالی ہے)	الحاج محمد حفیظ نیازی	۵
	ب) // // //	تم پہ کروڑوں درود	امام احمد رضا خاں قادری	۸
	ج) // // //	یومِ ولادتِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا	ادارہ رضائے مصطفیٰ	۱۴
	د) // // //	منقبت۔ سیدی احمد رضا، امام اہلِ سنن	محمد جاوید اقبال قادری رضوی	۱۵
	ہ) // // //	انتخابِ حدائقِ بخشش۔ (نوائے وقت کی نظر میں)	ادارہ رضائے مصطفیٰ	۱۵
۵۔	الف) ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ستمبر ۲۰۰۵ء	کلام الامام، امام الکلام	امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ	۴
	ب) // // //	ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت	مولانا محمد احسن رضا خاں قادری	۲۱
	ج) // // //	خانوادۂ رضا کی مقدس خواتین	ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی	۴۵
	د) // // //	منقبتِ اعلیٰ حضرت۔ فیضانِ عقیدت	ذکی پرداز	۵۲
۶۔	ضیائے حرم لاہور۔ نومبر ۲۰۰۵ء	امام احمد رضا خاں کا نصاب تربیت	سلیم اللہ جندران	۴۱
۷۔	(الف) ماہنامہ قاصدانِ اسلام گمٹی شریف اکتوبر ۲۰۰۵ء	نعت شریف۔ واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں	۵
	(ب) // // //	درسِ قرآن	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں	۸

ماہِ رواں میں موصول ہونے والی کتب

ترتیب: وزیر احمد شان القادری

نمبر	نام کتاب	نام مصنف/مؤلف/مترجم	صفحات	قیمت	پبلشر/ناشر	سنِ اشاعت
۱۔	کلامِ رضا کا ادبی جائزہ	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ/اصغر حسین خان لدھیانوی	۱۰۴	درج نہیں	المجمع اسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا	۲۰۰۳ء
۲۔	عرفانِ رضا	پروفیسر ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان	۸۰	//	المجمع اسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا	۲۰۰۳ء
۴۔	سنتِ مصطفیٰ اور جدید سائنس	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	۱۹۲	۱۰۰	زاویہ پبلشر، دربار مارکیٹ، لاہور	۲۰۰۵ء
۴۔	امام احمد رضا کا نظریۂ سائنس	محمد جلال الدین قادری	۴۸	//	حافظ محمد سعید احمد نقشبندی، کھاریاں، گجرات	۱۹۹۸ء
۵۔	اقبال و احمد رضا کے فکری زاویے	ڈاکٹر محمود احمد ساقی	۱۳۵	دعائے خیر	مرکزی مجلسِ احناف، لاہور	۱۹۹۷ء
۶۔	حضرت محسنِ ملت	مولانا محمد علی فاروقی	۱۴۴	درج نہیں	محسنِ ملت اکیڈمی، مدرسہ اصلاح المسلمین، رائے پور، انڈیا	درج نہیں
۷۔	امام احمد رضا کی عالمی اہمیت	ڈاکٹر محمد ہارون/ڈاکٹر ظفر اقبال نوری	۴۰	//	رضا اکیڈمی، اسٹاکپورٹ، یوکے۔	۲۰۰۵ء
۸۔	اقلیمِ نعت کا بادشاہ	سید صابر حسین شاہ بخاری	۳۲	//	بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ، لاہور	۱۹۹۷ء
۹۔	تضمینِ سلامِ رضا	صاحبزادہ ابوالحسن واحد رضوی	۹۶	//	ریاض العلم، آستانہ عالیہ، فیض آباد شریف، محمد نگر، اٹک	۲۰۰۲ء
۱۰۔	امام احمد رضا اور برطانوی نو مسلم	احمد یوسف اینڈریوز/ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	۳۲	//	رضا اکیڈمی، یوکے، آزاد کشمیر	۲۰۰۵ء
۱۱۔	مفتیٔ اعظم ہند۔۔۔مجدد کیوں؟	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	۳۲	۱۲روپے	رضا اسلامک اکیڈمی، ۱۰۴، جسولی، بریلی، انڈیا	۲۰۰۴ء
۱۲۔	اسلامِ ابی طالب	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں	۷۲	۵۰/۱۰	مصلح الدین پبلیکیشنز، کراچی، گارڈن	۱۹۸۷ء
۱۳۔	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	۱۲۷	۱۰روپے	المجمع اسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ، انڈیا	۲۰۰۴ء
۱۴۔	امام احمد رضا کا عظیم فلاحی منصوبہ	ڈاکٹر محمد ہارون/ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	۶۴	درج نہیں	ادارۂ مسعودیہ، ناظم آباد، کراچی	۱۹۹۷ء
۱۵۔	ہادیٔ دوعالم کا حج مبارک	(مولانا) محمد بدرالاسلام	۱۸۸	۱۰۰روپے	شعبہ نشرواشاعت، دارالعلوم سلطانیہ، جہلم	۲۰۰۳ء
۱۶۔	مقاصد السالکین	تالیف: حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی مجدد قدس سرہٗ۔ ترجمہ: (مولانا) بدرالاسلام	۲۶۴	۲۶۰روپے	شعبہ نشرواشاعت، دارالعلوم سلطانیہ، جہلم	۲۰۰۳ء
۱۷۔	سیرت ہادیٔ خلق	تصنیف: الشیخ احمد ابن الدیبع الشیبانی علیہ الرحمۃ۔ ترجمہ: صاحبزادہ محمد بدرالاسلام صدیقی	۶۰	درج نہیں	شعبہ نشرواشاعت، دارالعلوم سلطانیہ، جہلم	۱۴۲۰ھ
۱۸۔	مصباح القرآن	حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ	۲۴۰	۱۵۰روپے	علمی پبلشرز، داتا دربار مارکیٹ، لاہور	درج نہیں
۱۹۔	سماجی بہبود، تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں	ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس	۲۰۰	۷۵روپے	مکتبہ جمال کرم، مرکز الاویس، دربار مارکیٹ، لاہور	۲۰۰۴ء
۲۰۔	لباس نبوی ﷺ	(مولانا) محمد عبدالسلام	۱۶۱	۶۰روپے	شعبہ نشرواشاعت، دارالعلوم سلطانیہ، جہلم	۲۰۰۲ء

مطالعۂ رضویات کے قارئین حضرات کے لئے
خصوصی پیشکش

قارئین کرام خصوصاً مطالعۂ رضویات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے ادارہ نے ایک ماہانہ لٹریچر کی اسکیم پہلی جنوری ۲۰۰۶ء سے شروع کی ہے۔ اس کی ممبر سازی اور ماہنامہ معارفِ رضا کی سالانہ رکنیت حاصل کرنے کے لئے اپنے شہر/علاقہ کے سفیر نگران سے رابطہ فرمائیں۔ سفیر نگران کی عدم دستیابی کی صورت میں ادارہ کے مرکزی دفتر سے رابطہ کریں۔

(۱) ''ممبر شپ برائے ماہانہ لٹریچر'': -/100 روپے ماہانہ

(۲) ممبر شپ برائے سالانہ رکنیت معارفِ رضا: -/200 روپے سالانہ

فی الحال تین شہروں میں سفیر نگران مقرر ہوئے ہیں۔ دیگر شہروں کے سفیر نگران بننے کے متمنی حضرات اپنے درج ذیل کوائف ہمیں روانہ کریں۔

نام، تعلیم، عمر، شغل، مکتبہ/ اشاعتی/تنظیمی و تحریکی کام کا تجربہ۔

(۱) سفیر نگران برائے اسلام آباد/ آزاد کشمیر: محترم جناب مجاہد محمد رفیق قادری نقشبندی صاحب
پتہ رہائش: ڈاکخانہ کڈھالہ، ضلع بھمبر، آزاد کشمیر براستہ گجرات۔ موبائل: 0345-688746
پتہ دفتر: D-44/4، اسٹریٹ نمبر 38، F-6/1، اسلام آباد۔ فون: 051-2825587

(۲) سفیر نگران برائے لاہور: محترم جناب عبدالناصر عطاری صاحب
پتہ: مکان نمبر 16، گلی نمبر A-1، سمنانی اسٹریٹ، فتح گڑھ روڈ، گلشن پارک، لاہور۔

(۳) سفیر نگران برائے جہلم: محترم جناب قاری محمد ظفر صاحب
پتہ: جامع مسجد رحمانیہ، محلّہ پیراں غیب، جہلم۔ فون: 0544-620813، موبائل: 0300-5435346

دعائے صحت کے لئے اپیل

پاسبانِ مسلکِ رضا، حضرت علامہ پیر مفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی مدظلہ العالی تلمیذ و خلیفہ حضرت محدثِ اعظم پاکستان (امیر جماعتِ رضائے مصطفیٰ پاکستان و سرپرست ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ) گزشتہ ماہ سے علیل ہیں، قارئین کرام سے گذارش ہے کہ حضرت قبلہ کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے خصوصی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے حضرت کا مبارک سایہ تادیر اہلِ سنت و جماعت پر قائم و دائم رکھے اور ان کے ذریعے سے مسلکِ اعلیٰ حضرت کو مزید عروج بخشے اور حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کا فیضان جاری و ساری رہے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(مرسلہ: محمد عبدالحق رضوی، گوجرانوالہ)

طلبۂ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کی تنظیم ''مجلسِ ثقافت'' کے زیرِ اہتمام

عربی ماہنامہ ''الصوت الاسلامی'' کا اجراء

حضرات! اسلامی احکام وقوانین کی نشر واشاعت میں جہاں اور بہت سارے وسائل نے مؤثر کردار ادا کیا ہے وہیں اس باب میں مختلف اداروں سے شائع ہونے والے اخبار ورسائل بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں، پاک وہند میں اردو کے کئی ایک دینی رسالے شائع ہو رہے ہیں جن کے ذریعے اسلام وسنیت کا بہت بڑا کام ہو رہا ہے، لیکن اردو رسائل کی اشاعت کو دیکھ کر اگر ایک طرف دل کیف وسرور میں ڈوب جاتا ہے تو دوسری جانب اس بات سے شیشۂ دل پارہ پارہ ہو جاتا ہے کہ اس دیار میں اپنے کسی عربی ادارے سے ایک بھی عربی رسالہ شائع نہیں ہوتا ہے جب کہ ہمارے مخالفین کے پلیٹ فارم سے کئی عربی رسالے شائع ہو رہے ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنے افکار ونظریات کی ترویج واشاعت میں ہمہ دم مصروفِ عمل ہیں۔

اسی اہم ضرورت کے پیشِ نظر شمالی یوپی (ہند) کی ممتاز معیاری دینی درسگاہ **دار العلوم علیمیہ** جمدا شاہی کے طلبہ کی سرگرم تنظیم ''**مجلسِ ثقافت**'' نے حضرت علامہ ومولانا فروغ احمد صاحب قبلہ اعظمی مصباحی کی صدارت اور حضرت مولانا انوار احمد خان صاحب علیمی بغدادی کی نگرانی میں ''**الصوت الاسلامی**'' نام کا ایک عربی رسالہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے، یہ ادارہ ایک دہائی قبل سے ''**الشباب الاسلامی**'' کے نام سے عربی سالنامہ کی اشاعت کرتا آرہا ہے جو آئندہ بھی ان شاء اللہ العظیم جاری رہے گا۔

لہٰذا دردمندانِ قوم وملت سے گزارش ہے کہ ہمارا ہر طرح سے ساتھ دیکھ کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں تا کہ آپ کے دیرینہ خوابوں کی تعبیر اور اپنے محبین کی کاوشوں کا ثمرہ جلد ہی آپ کے ہاتھوں میں مہیا کرا سکیں۔

فقط

والسلام

کمال احمد علیمی بلرام پوری

صدر مجلسِ ثقافت

دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی بستی، یوپی (ہند)

الصلوۃ والسلام علیک

نام دوا	قیمت	فوائد و استعمالات

Monthly **"Ma'arif-e-Raza"** Karachi

پیغامِ رضا امّتِ مسلمہ کے نام!

فروغِ تعلیم اور امّتِ مسلمہ کے کامیاب مستقبل کے لئے

امام احمد رضا کا دس نکاتی پروگرام

۱۔ عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، با قاعدہ تعلیمیں ہوں،

۲۔ طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں،

۳۔ مُدرّسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں،

۴۔ طبائعِ طلبہ کی جانچ ہو، جس کے کام کو زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے،

۵۔ ان میں جو تیار ہو جائیں، تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و مناظرتاً اشاعتِ دین و مذہب کریں،

۶۔ حمایتِ مذہب و ردِّ بد مذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں،

۷۔ تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کئے جائیں،

۸۔ شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں، جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں
آپ سرکوبیٔ اعداء کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں،

۹۔ جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف دے کر فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں
انہیں مہارت ہو، لگائے جائیں،

۱۰۔ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں جو وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت
روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں،

حدیث کا ارشاد ہے کہ: ''آخر زمانے میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا''

اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔

﴿فتاویٰ رضویہ (قدیم) جلد نمبر ۱۲، صفحہ ۱۳۳﴾